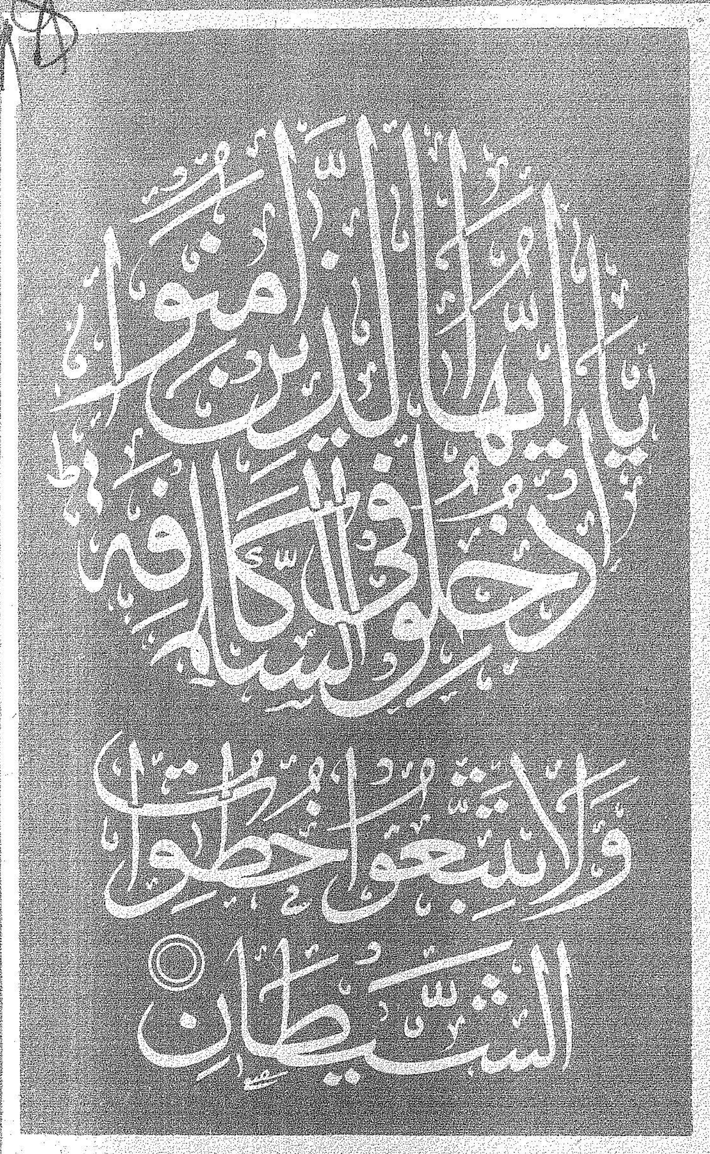
ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

بانی: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مُدیرِ اعلیٰ: مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور



ایڈیٹر: مجاہد الحسینی

*

بدل اشتراک

سالانہ ——— ۱۸ روپے
ششماہی ——— ۱۰ روپے
سہ ماہی ——— ۵ روپے

فی شمارہ ۴۰ پیسے

جلد نمبر ۱۸ ، شمارہ نمبر ۲۸

۲۳ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ | ۲۷ اپریل ۱۹۷۳ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

شیرانوالہ دروازہ لاہور ——— فون نمبر ۷۶۵۲۵

بخل اور حُبِّ مال کا انجام

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

بخل بھی ایک بڑا مہلک مرض ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمت میں بخل کرتے ہیں وہ اس کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں۔ بلکہ یہ ان کے لیے نہایت بُرا ہے۔ کیونکہ جس مال میں وہ بخل کریں گے اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو بخل سے بچاؤ۔ کہ اس نے پہلی امتوں کو ہلاک کر دیا ہے۔

پس مسلمان کے شایانِ شان نہیں کہ مال خرچ کرنے میں بخل کرے۔ اور جہنم میں جلتے اور بخل چونکہ مال کی محبت ہے اور مال کی محبت قلب کو دنیا کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ جس سے اللہ کی محبت کا علاقہ ضعیف اور کمزور ہو جاتا ہے۔ اور بخیل مرتے وقت حسرت بھری نظروں سے اپنا جمع کیا ہوا مال دیکھتا اور رجبراً قہراً آخرت کا سفر کرتا ہے۔ اس لیے کہ اس کو خالق جل جلالہ کی ملاقات محبوب نہیں ہوتی۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مرتے وقت اللہ تعالےٰ کی ملاقات کو پسند نہ کرے وہ جہنمی ہے۔ جس شخص کے پاس مال نہ ہو وہ بخیل نہیں ہے۔ مگر یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے قلب میں مال کی محبت ہو اور اس آرزو میں ہو کہ کاش مال دار ہو جائے۔ اسی طرح بعض اہلِ ثروت سخی ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ سخاوت سے ان کو محض اپنی شہرت اور مدح مقصود ہوتی ہے۔ اس لیے ان پر اگرچہ بخل کی تعریف صادق نہیں آتی۔ مگر حبِ مال کا مضمون ضرور صادق آتا ہے۔ پس بخل کے علاج کے ساتھ حبِّ مال کا بھی علاج ہونا چاہیے۔

یاد رکھو! مال کی محبت خدا کے ذکر سے غافل بنا دیتی ہے۔ یہ مال مسلمان کے لیے بڑا فتنہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان جب مرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا چھوڑا؟ پس اگر زندگی میں مال خرچ کر کے آخرت کا کچھ ذخیرہ جمع کر لیا تھا تو مرتے وقت خوش ہو گا کہ بھیجا ہوا مال وصول کرنے کا وقت آ گیا ورنہ رنجیدہ ہو گا اور اس پر مرنا بہت شاق گزریگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روپیہ کا بندہ تباہ ہو۔ نگوں سار ہو۔ اس کے کانٹا چبھے تو نکالنے والا نہ ملے۔ (مسلم واحمد و ترمذی وابن ماجہ)

یہ حدیث کا مضمون ہے اب تم ہی سوچو کیسے جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بد دعا دیں تو اس کا کہاں ٹھکانا۔

مال مطلقاً مذموم نہیں ہے اور مذموم کیسے ہو سکتا ہے جب کہ وہ دنیا و آخرت کی کھیتی ہے۔ ساری مخلوق جسم کے گھوڑے پر سوار ہے اور سفرِ آخرت طے کر رہی ہے اور سواری کو اس مسافر خانہ دنیا میں گھاس دانہ کی ضرورت ہے اور وہ مال کے بغیر نہیں مل سکتا۔ کیونکہ جب تک پیٹ نہ بھرے اس وقت تک عبادت بھی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا قوت و حیات قائم رکھنے کی مقدار کے موافق مال حاصل کرنا ضروری ہے۔

ضرورت سے زیادہ مال کے مضر ہونے کی وجوہات

ضرورت سے زیادہ مال و متاع ہلاکت کا سامان ہے۔ کیونکہ مسافر بقدرِ ضرورت ہی توشہ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور جہاں بوجھ زیادہ ہوا تو سفر کرنا بھی اس کو مشکل پڑ جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے عائشہؓ! مجھ سے ملنا چاہو تو اتنی ہی دنیا پر قناعت کرو جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہے کہ جب تک پیوند نہ لگ جایا کرے اس وقت تک کرتہ نہ اتارا کرو۔ الٰہی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین کی سفارش بقدر کفایت ہی رکھیو اور زیادہ نہ دیجیو ورنہ ہلاک ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یاد رکھو کہ ضرورت سے زیادہ مال جمع کرنا تین وجہ سے مضر ہے:۔

اوّل:۔ مال کی وجہ سے معصیت پر قدرت حاصل ہوتی ہے اور قدرت کے ہوتے ہوئے صبر کرنا اور گناہ سے بچنا بہت دشوار ہے اور جب ضرورت سے زیادہ مال ہی نہ ہو گا تو ظاہر ہے کہ گناہ پورا نہ ہو سکے گا۔

دوم:۔ اگر متمول شخص عابد و زاہد بھی ہو اور مباح لذتوں میں پیسہ خرچ کیا تب بھی اتنا نقصان اس کو ضرور پہنچا کہ اس کے جسم نے چونکہ لذیذ نعمتوں سے پرورش پائی ہے اس لیے لذتوں کا خوگر ہو گیا اور مال کو چونکہ پائداری نہیں ہے اس لیے اپنی عادت کو نباہنے کے لیے مخلوق کا محتاج بنا رہے گا۔ اور کیا عجب ہے کہ ظالموں اور فاسقوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا یا اُن کی چاپلوسی کرنا پڑے تاکہ جن لذتوں کا عادی ہو گیا ہے وہ مرتے دم تک حاصل ہوتی رہیں۔

اور جب یہ ہوا تو اب نفاق، جھوٹ، ریا، عداوت، بغض اور حسد سب ہی ظاہر ہوں گے اس لیے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ (بیہقی) اور جب ضرورت سے زیادہ پیسہ ہی پاس نہ ہو گا تو مباح چیزوں کا مزہ بھی منہ کو نہ لگے گا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ کے ذکر سے غفلت ہو جائے گی کیونکہ کاشتکاروں، کارندوں، محرروں اور ملازموں کی نگرانی اور شریکوں سے حساب کتاب کرنے اور ترقی کے اسباب فراہم کرنے کی تدبیروں میں ایسی مشغولی ہو گی کہ اصل سعادت یعنی ذکر الٰہی کا وقت ہی نہ مل سکے گا۔ اوّل روپیہ کی تحصیل اور وصولیابی، پھر اس کی حفاظت و نگہبانی اور پھر اس کا نکالنا اور کسی کام میں لگانا یہ سب دھندے قلب کو سیاہ کرنے والے ہیں جس سے نورِ بصیرت جاتا ہے اور جب ضرورت سے زیادہ مال ہی نہ ہو گا تو یہ تفکرات اور مخمصات بھی پیش نہ آئیں گے

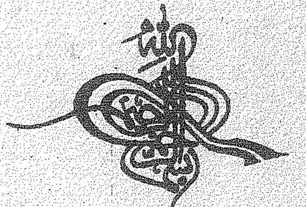
اور اللہ سے ڈرو

- ایسا کوئی نہیں جو کسی سے ڈرتا نہ ہو۔ حکومت سے، قانون سے، دشمن سے، پبلک (عوام) سے، بیماری سے، موت سے، مفلسی سے، بے عزتی سے، نقصان سے، اور معلوم نہیں لوگ کس کس چیز سے ڈرا کرتے ہیں۔
- لیکن اللہ سے ڈرنے والے کسی چیز سے نہیں ڈرتے۔
- ہر قسم کا ڈر انسان کو کمزور کر دیتا ہے۔ لیکن اللہ کے ڈر سے زیادہ قوت بخشنے والی اور کوئی چیز نہیں ہے۔
- اگر دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور بننا چاہتے ہو تو صرف اللہ سے ڈرو اور اس کے بھیجے ہوئے دستورِ حیات کو اختیار کرو۔
- تمہاری طاقت کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا۔

نومولود مسعود

حلقۂ احباب میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ کراچی میں ہفت روزہ خدام الدین اور دیگر دینی جرائد کے ایجنٹ جناب محمد رمضان میمن کو اللہ تعالےٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے۔ لڑکے کا نام محمد امین رکھا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ نومولود کو نیک اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عامل بنائے اور رحمت و عافیت کے ساتھ رکھے آمین

(ادارہ)



خدام الدین

۲۱،۲۲ ربیع الاول ۱۳۹۳ ہجری

۲۰ اپریل ۱۹۷۳ عیسوی

جلد ۱۸ شمارہ ۴۰

لیبیا میں اسلامی فکری انقلاب کا آغاز

پاکستان میں بھی اسلامی ثقافتی اور فکری انقلاب کی ضرورت

دنیائے اسلام میں یہ خبر نہایت مسرت کے ساتھ سنی گئی ہے کہ لیبیا کے انقلابی رہنما صدر معمر القذافی نے لیبیا کو مکمل اسلامی ریاست بنانے کے لیے پانچ نکاتی پروگرام پیش کیا ہے اور انتباہ کیا ہے کہ اگر اس پر عمل نہ کیا گیا تو وہ مستعفی ہو جائیں گے اس پروگرام میں صدر قذافی نے کہا ہے کہ:-

۱۔ موجودہ غیر اسلامی قوانین کو ختم کر کے اسلامی قوانین نافذ کیے جائیں۔

۲۔ ملک کے ہر شہری کو فوجی تربیت دے کر مسلح کیا جائے۔

(۳) خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

۴۔ غیر اسلامی نظریات کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے۔

۵۔ ملک سے انقلاب دشمن عناصر کا قلع قمع کر دیا جائے

صدر قذافی نے یوم میلاد النبیؐ کے موقع پر اپنے اس پروگرام کا اعلان کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ مغربی ممالک سے درآمد کی گئی کتابوں کو جلا دیا جائے کیونکہ دنیا میں صحیح نظریات پیش کرنے والی صرف ایک ہی کتاب قرآنِ حکیم ہے۔

لیبیا کے صدر معمر القذافی مصر کے صدر جمال عبدالناصر مرحوم کے بعد مشرق وسطیٰ میں ایک انقلابی رہنما کی حیثیت سے ابھرنے والی عظیم اور ہر دلعزیز شخصیت ہیں انہوں نے برسر اقتدار آتے ہی مسلسل ایسے اقدامات کیے ہیں کہ پوری دنیا میں ان کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا ہے۔ چنانچہ دیگر اخلاقی و اصلاحی اقدامات کے ساتھ ساتھ سعودی عرب کی طرح لیبیا میں بھی شراب نوشی اور اس کی تیاری وغیرہ پر مکمل پابندی عاید کی جا چکی ہے، چوری، ڈکیتی اور زنا کاری کے خلاف سنگین اور عبرتناک سزائیں رائج ہیں۔

جہاں تک فکری و نظری اور تہذیبی و ثقافتی انقلاب کا تعلق ہے صدر القذافی نے اس سلسلہ میں جو پانچ نکاتی پروگرام پیش کیا ہے اس کے اثرات جلد نمایاں ہوں گے اور یہ ایک بیّن صداقت ہے کہ فکری و نظری انقلاب ہی درحقیقت عملی انقلاب کا داعیہ اور پیش خیمہ ہوتا ہے اگر قوم کے افراد فکری و نظری اعتبار سے کسی انقلاب کے لیے آمادہ نہ ہوں تو ان میں عمل و کردار کا جذبہ اور تحریک کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔

اسلام نے سب سے پہلے اسی لیے عقائد و نظریات کی اصلاح و نیت کی درستگی پر زور دیا ہے کیونکہ فکری و نظری اعتبار سے جب ایک شخص سوچ سمجھ کر اور پورے شعور اور ادراک کے ساتھ کسی چیز کو حق اور ناحق، صحیح اور غلط، جائز اور ناجائز، ثواب اور گناہ سمجھے گا تو عملی دنیا میں اس کے اثرات اچھے اور حقیقی مرتب ہوں گے۔ عقائد و نظریات کے بارے میں پختہ یقین و ایمان رکھنے والا شخص ہی عمل و کردار کے اعتبار سے بھی پختہ کار اور راسخ العمل ہوگا۔

لیبیا کے صدر القذافی نے فکری انقلاب برپا کرنے کے لیے جو اعلان کیا ہے لائق تحسین ہی نہیں لائق تقلید بھی ہے۔

پاکستان میں غیر ملکی کتابوں کی لامحدود درآمد کی وجہ سے اور اندرونِ ملک حکومت کی جانب سے اسلام کی اساس پر فکری و نظری انقلابی تحریک نہ ہونے کے باعث غیر اسلامی نظریات کی خوب توسیع و اشاعت ہو رہی ہے۔ آج جبکہ پاکستان کو "اسلامی جمہوریہ" قرار دیا جا چکا ہے اور سرزمینِ بے آئین" پاکستان کو خدا کے فضل و کرم سے ایک اچھا آئین بھی میسر آگیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں بھی لیبیا اور سعودی عرب کی طرح ایک فکری و نظری انقلابی تحریک شروع کی جائے۔

یہ کام صدر ذوالفقار علی بھٹو کی انقلابی شخصیت کی زیر قیادت بروئے کار آئے تو اس کے اثرات صرف پاکستان ہی کے لیے نہیں دوسری اسلامی دنیا کے لیے بھی اچھے ہوں گے کہ اس طرح دنیائے اسلام ایک نظری و فکری وحدت میں منسلک ہو جائے گی اور امتِ محمدیہ وحدت فکر و عمل کی رسی میں منسلک ہو کر بقول اقبالؒ ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

کا مصداق اور پیکرِ جمیل بن جائیگی۔

● لیبیا کے شراب خانے اور ناچ گھر تباہ

ابھی یہ سطور لکھی جا رہی تھیں کہ لیبیا سے یہ خبر بھی موصول ہوگئی کہ وہاں پر کمیونسٹ پارٹی پر پابندی عاید کر دی گئی ہے اور غیر اسلامی نظریات رکھنے والے تمام سیاسی رہنماؤں اور سرگرم کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

صدر قذافی نے پریس کانفرنس میں اعلان کیا ہے کہ ان افراد کو موقع فراہم کیا جائے گا کہ غیر اسلامی نظریات بدل لیں اور کمیونسٹ پارٹی سے اپنی ہمدردیاں ختم کر دیں۔ صدر قذافی نے کہا کہ ہم مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ واپس لانا چاہتے

مندرجات

رئیس الادارہ

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

مدیر

مجاہد الحسینی

ہیں اور ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں جو خرابیوں اور ہر قسم کی برائیوں سے پاک و صاف ہو۔

صدر قذافی کے اس اعلان پر پہلے روز ہی طرابلس کے ناچ گھروں، سینماؤں اور جوئے، شراب کے خفیہ اڈوں پر حملے کرکے انہیں تباہ کردیا۔ کچھ لوگوں نے بک سٹالوں پر حملے کرکے امریکی، فرانسیسی اور برطانوی لٹریچر کو جلا دیا۔ لائبریریوں سے غیر اسلامی نظریات کی حامل کتابوں کو جلانے کے لیے صدر قذافی پہلے ہی ایک کمیٹی تشکیل دے چکے ہیں۔

صدر قذافی نے اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لیے گذشتہ روز جو اعلان کیا تھا لیبیا کے عوام نے اس پر عملدرآمد شروع کردیا ہے۔ برسر اقتدار اور عوام دونوں ہی کے باہمی تعاون اور اجتماعی کوششوں سے وہاں پر بہت جلد ایک مثالی معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ پاکستان میں اگرچہ نیا آئین منظور ہو گیا ہے اور اس کے نفاذ کا مرحلہ ابھی باقی ہے یہاں پر بھی لیبیا کی طرح اربابِ اقتدار اور عوام کے باہمی تعاون اور اشتراک عمل سے اگر ایسا معاشرہ قائم کرنے کی جدوجہد کا آغاز کردیا جائے تو ہمارا ملک بھی ڈاکے، چوری، اغوا، زنا، بدمعاشی اور قتل و غارت گری سے نجات پاکر امن و عافیت کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ کاش! یہاں بھی لیبیا کے انقلابی رہنما کی طرح ایسی مقدس تحریک کا آغاز کردیا جائے۔

• اسرائیل کی ایک اور سازش

معاصر امروز سے بلا تبصرہ:

مقبوضہ عرب علاقے پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے اسرائیلی حکمران سازش کا ایک اور جال پھیلا رہے ہیں اسرائیلی پارلیمنٹ میں یہ تجویز زیر غور ہے کہ مقبوضہ علاقے میں اسرائیل کے یہودی باشندوں کو عربوں کی اراضی خریدنے کی اجازت دے دی جائے۔ اسرائیلیوں کا مقصد ظاہر ہے وہ چاہتے ہیں کہ مقبوضہ علاقے کی بیشتر اراضی یہودیوں کی ملکیت قرار پائے اور وہ کہہ سکیں کہ یہ علاقہ بھی اب یہودیوں کی جائیداد ہے۔ اسے واپس نہیں کیا جا سکتا بظاہر یہ کاروبار نجی دائرے میں ہوگا مگر متذکرہ تجویز اگر منظور ہوگئی تو اسرائیلی حکومت بالواسطہ طریقے سے عربوں کو ہراساں کرکے مجبور کرے گی کہ وہ اپنی اراضی اونے پونے داموں یہودیوں کے ہاتھ فروخت کرکے مقبوضہ علاقے سے چلے جائیں اس غرض سے وہ عربوں کو یقیناً کچھ سہولتیں بھی دے گی اور جو کام وہ فوجی ذرائع سے نہیں کرسکی اسے نجی سرمائے سے مکمل کرے گی۔

جن لوگوں نے فلسطین کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس صدی کے پہلے نصف حصہ میں یہودیوں نے ارض مقدس پر قدم جمانے کے لیے نجی خریداری کا حربہ بھی استعمال کیا تھا اور ۱۹۴۸ء تک

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر (اقبال)

آقا سے بغاوت کیوں؟

رقص و سرود، راگ و رنگ، ناچ گانے، کھیل تماشے، ورائٹی شو، نظریہ پاکستان اور محمدی اسلام سے کھلی بغاوت ہے ذہنی تفریح کے بہلانے بے غیرتی کے عارضی سرور اور دولت کے نشہ میں چور ہو کر قلب و دل و نگاہ کی آگ سے مت کھیلو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے

اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

بیشک جو لوگ ایمانداروں میں بدکاری پھیلانا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے ——— (سورۃ نور آیت ۱۹)

اور انہیں چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکہ دیا ہے اور انہیں قرآن سے نصیحت کرو تاکہ کوئی اپنے کیے میں گرفتار نہ ہو جائے کہ اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور سفارش (قبول) کرنے والا نہ ہوگا۔ اور اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے گا تب بھی اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کیے میں گرفتار ہوئے اور ان کے پینے کے لیے گرم پانی ہوگا اور ان کے کفر (انکار) کے بدلے میں دردناک عذاب ہوگا ——— (سورۃ الانعام آیت ۷۰)

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے تو ہم اسے برباد کر دیتے ہیں ——— (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۹)

بے شک کان، آنکھ اور دل کے بارے میں باز پرس ہوگی ——— (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۶)

علامہ اقبال کا مشہور شعر ہے:

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل — دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں...!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت میں بعض لوگ زمین میں غرق ہوں گے اور ان کی صورتیں بھی مسخ ہوں گی۔ یہ عذاب تب ہوں گے، جب گانے والی عورتیں اور آلاتِ لہو (باجے وغیرہ) ظاہر ہوں گے ———

اور فرمایا، گانے اور باجوں سے بچو۔ میرے رب نے مجھے ہاتھ اور منہ سے بجائے جانے والے ہر قسم کے، باجوں کو مٹا دینے کا حکم دیا ہے۔ ——— اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اس شخص پر جو گانے بجانے کا کام کرے یا اپنے گھر میں اس کا اہتمام کرے۔ (حدیث)

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں • یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (اقبال)

خاموش مبلغ

اجتماع جمعۃ المبارک ۱۳ اپریل ۱۹۷۳ء
مرتب عبدالرشید انصاری

دینِ کامل

اسلام مکمل دین ہے ہمیں ہر عمل اسلام کے تابع کر دینا چاہیئے

اسلام خدا تعالیٰ کا آخری اور سچا دین ہے

ہمارے نجی اور اجتماعی تمام اعمال اسلام کے مطابق انجام پانے چاہئیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم کا خطاب

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ امابعد ، فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَاۤفَّۃً ۝ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (البقرہ آیت ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

اسلام دنیا کے لیے خدا تعالیٰ کا آخری اور سچا دین ہے۔ خدا تعالیٰ نے لوگوں کے لیے اپنے مقدس گھر کو مرکز عبادت قرار دیا۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ۔

بیشک پہلا گھر خانہ کعبہ ہے جو بنایا گیا نسلِ انسانی کے لیے۔

اور لوگوں کے لیے کتاب مقدس قرآن مجید کو منبع ہدایت و رہنمائی قرار دیا۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ ۔

رمضان کے مہینے میں اتارا گیا قرآن جو نسلِ انسانی کے لیے ہدایت ہے۔

اور امتِ مسلمہ کو تمام دنیا کے لیے رحمت و بھلائی کا نشان قرار دیا۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

تم بھلائی والی امت ہو نکالی گئی نسل انسانی کیلیے

اور فخر کائنات جناب رسالت مآب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری نوع انسانی کے لیے رسول بنا کر صلحاء و اتقیاء کو خوشخبری سنانے اور حرص و ہوس کے بندوں اور خدا کے باغیوں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے کے لیے مبعوث فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَاۤفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۔

اور ہم نے جو آپ کو بھیجا ہے تو صرف لوگوں کو خوشخبری اور ڈر سنانے کے لیے۔

قبلہ :- بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ۔ کتاب :- ھُدًی لِّلنَّاسِ ۔ امت :- اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۔ نبی :- کَاۤفَّۃً لِّلنَّاسِ ۔ جس دین میں یہ خصوصیات اور برکات موجود ہوں اس کے ہوتے ہوئے کسی اور نظام اور دین و مذہب کی قطعاً کوئی ضرورت ہی نہیں ہے یہ سعادت اور خوش بختی کتنی عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دولتِ ایمان سے نوازا اور اسلام کی ان گنت برکات عطا فرمائیں۔

اب ایمان کا تقاضا یہ ہے بلکہ ہم اسلام میں پورے پورے داخل ہو جائیں۔ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَاۤفَّۃً یعنی جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و الوہیت اور رسالت مصطفوی پر ایمان لے آئے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر چکے تو اب اپنی ذاتی خواہشات، نجی مفادات، گروہی تعصبات اور رنگ و نسل کے اختلافات کو بھول جاؤ۔ اور صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل پیرا ہونے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی کامل تابعداری کا سچا اور پختہ ارادہ کرو۔

عیار دشمن سے ہوشیار رہنے کی ضرورت

اسلام قبول کر لینے کے بعد اس بات کا بھی دھیان رکھنا چاہیے کہ نفس اور شیطان تمہیں راہ حق سے بہکا نہ دیں۔ مومنین کا خدائے وحدہٗ لاشریک کی رضا جوئی کے لیے سرگرم عمل ہونا شیطان کو کبھی گوارا نہیں ہو سکتا وہ اہلِ حق کو حق و صداقت کی راہ سے بہکانے کے لیے دین و شریعت کے بارے میں مختلف خدشات اور ایمان سوز وساوس و خدشات پیدا کرنے اور ان کے درمیان بد اعتمادی اور انتشار و افتراق کی مسموم فضا پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ اس لیے مسلمانوں کو اسلام میں پوری طرح داخل ہو جانا چاہیے اور اپنے ازلی دشمن کی فریب کاریوں کو ناکام بناتے ہوئے کفر و ظلم کے خاتمہ اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے ہمہ وقت مشغول جہاد رہنا چاہیے قرآن کریم نے مومنین، صادقین کا تعارف یوں کرایا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (الحجرات)

بے شک سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے (مسلمان) ہیں۔

کامل مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات تہِ دل سے تسلیم کریں اور پھر اس میں کبھی شک نہ لائیں۔ اور اپنے مالوں اور جانوں کے خرچ کرنے سے بھی گریز نہ کریں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ "شانِ مومن" بیان کرتے ہوئے اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"سچے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ و رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے۔"

کامل اور مکمل دین

اسلام وہ دین ہے جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام کے ظہور کے وقت اسی طرح ہوئی تھی جس طرح قرآن مجید کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتی ہے۔ اس کی تکمیل بھی حجۃ الوداع کے موقع پر ایسے ہی ہو گئی تھی جیسے قرآن مجید من الجنۃ والناس پر ختم ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک میں کسی صورت کسی آیت اور کسی لفظ یا نقطہ کی اب نہ تخفیف ہو سکتی ہے نہ اضافہ! ایسے ہی اب اسلام میں نہ کسی اضافہ کی ضرورت ہے نہ کسی ترمیم کی گنجائش نہ اس کے کسی حکم کو تبدیل کیا جا سکتا ہے نہ ہی اس میں کوئی کمی ممکن ہے۔ فخرِ دو عالم رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو برس قبل بلد امین مکہ مکرمہ میں خالق کون و مکان کی طرف سے اپنے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کچھ کم و بیش جانثار ساتھیوں کی موجودگی میں تاریخ عالم کا یہ عظیم اعلان فرما دیا تھا کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ (سورۃ مائدہ آیت ۳)

آج میں تمہارے لیے دین مکمل کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔

ہمارا فریضہ

اس کامل و مکمل دین کو مانتے ہوئے ہمارے لیے یہ لائق نہیں کہ اپنی فلاح و نجات یا ترقی و خوشحالی کے لیے ادھر ادھر جھانکتے پھریں۔ خدائے ذوالمنن نے جو دولت ہمیں عطا فرمائی ہے وہ اس قدر عظیم ہے کہ دنیا کی ہر چیز اس کے سامنے ہیچ ہے۔ پاکستانی قوم کو پچیس برس بعد ایک آئین مل رہا ہے جسے عوامی نمائندوں نے عوامی امنگوں اور

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

تحریکِ ختمِ نبوت میں جماعتِ اسلامی کا رُخِ کردار

قسط ۴

مودودی صاحب کی امیر جماعتِ اسلامی کراچی کو ہدایت جس پر عمل نہ ہو سکا

مجلسِ عمل مسئلہ ختمِ نبوت کے لئے سول نافرمانی کا فیصلہ کرے تو اس سے علیحدگی کا اعلان کر دو۔

نوٹ: یہ ہدایات موصول ہونے کے باوجود جماعت نے خط تاخیر سے ملنے کا بہانہ تراشا اور اپنی "بے گناہی" کا ڈھنڈورا پیٹا۔

مجاہد الحسینی

• سول نافرمانی سے علیحدگی یا تائید؟

مجھے اس وقت اس تفصیلی بحث میں نہیں جانا ہے کہ ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کے اس اجلاس کے بعد جس میں مودودی صاحب بنفسِ نفیس شریک تھے، مجلس عمل کے کتنے اجلاس ہوئے ان میں کیا کیا فیصلے کیے گئے ۔۔ ؟ اور جماعتِ اسلامی کے ذمہ دار رہنماؤں میں سے کون کون شریک ہو کر ان فیصلوں کی تائید و حمایت کرتے رہے۔

مودودی صاحب اپنے بیانِ حقیقت میں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ۲۱ فروری کو مرکزی مجلس عمل کے اراکین کے نام دعوت نامے جاری کیے گئے تھے جن میں اراکین کو ۲۶ فروری کے اجلاس میں شرکت کی خصوصی طور سے ہدایت کی گئی تھی ۔۔۔ اس اجلاس میں مودودی صاحب کیوں شریک نہ ہوئے اور انہوں نے جماعت اسلامی کی نمائندگی کے فرائض کس کے سپرد کیے ۔۔ ؟ اس سلسلہ میں روزنامہ تسنیم میں شائع شدہ جناب نصر اللہ خاں عزیز کی ایک سرگزشت بعنوان "گرفتاری سے رہائی تک" ملاحظہ فرمائیے ۔۔ !

لاہور میں جس وقت مولانا ابوالحسنات اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کراچی روانہ ہوئے تھے تو قرارداد یہ تھی کہ کراچی میں عام جلسے کیے جائیں گے اور ۲۴ فروری کو لاہور میں مرکزی مجلس عمل کا اجلاس بلایا جائے گا۔ لیکن کراچی پہنچ کر پروگرام تبدیل ہو گیا، اور لاہور کی بجائے کراچی میں ۲۶ فروری کو مجلس عمل کے اجلاس کا انعقاد طے پا گیا ۔۔۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو غالباً اس اجلاس کا دعوت نامہ ۲۳ فروری کو ملا۔ اس میں شرکت کا اب سوال ہی نہ رہا تھا۔ کیونکہ مولانا کے پاس میں تکلیف تھی لیکن ادائے فرض کے لیے اسی وقت مولانا نے ایک خط جناب سلطان احمد صاحب امیر جماعت اسلامی کراچی کے نام روانہ کیا۔ جس میں صاف ہدایت تھی کہ اگر مجلس عمل سول نافرمانی کا پروگرام اختیار کرے تو علی الاعلان اس سے علیحدگی اختیار کر لی جائے ۔۔۔ اس کے ساتھ ہی ٹیلیفون پر بھی اطلاع دے دی گئی کہ مفصل ہدایات پر مشتمل ایک خط بھیجا جا رہا ہے۔

• ایک مکتوب جو دیر سے ملا

لیکن یہ خط جسے زیادہ سے زیادہ ۲۵ فروری کو مل جانا چاہیئے تھا پہلے حسبِ معمول سرکاری ہاتھوں میں پڑا اور ان ہاتھوں نے اسے مکتوب الیہ تک پہنچانے کی بجائے دو روز تک روک کر ۲۷ فروری کو پہنچایا۔ اس سے ایک روز قبل ۲۶ فروری کو مجلس عمل کا اجلاس ہو چکا تھا اس میں سلطان احمد صاحب نے اپنے طور پر اختلاف کا اظہار کر دیا تھا۔ مجلس عمل توڑ دی گئی تھی اور ایک کونسل آف ایکشن بنا دی گئی تھی اور جماعت اسلامی کو اس سول نافرمانی سے علیحدگی کا اعلان کرنے سے محروم کر دیا تھا۔ (تسنیم ۲۶ جولائی ۵۴ء)

مذکورہ بالا تحریر میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ پاؤں میں تکلیف کے باعث مودودی صاحب خود تو اس اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتے تھے لیکن ادائے فرض کے لیے سلطان احمد امیر جماعت اسلامی سندھ و کراچی کے نام ایک خط روانہ کر دیا گیا تھا کہ اگر مجلس عمل سول نافرمانی کا پروگرام اختیار کرے تو علی الاعلان اس سے علیحدگی اختیار کر لی جائے اس کے ساتھ ہی ٹیلیفون پر اطلاع دے دی گئی تھی۔ گویا سول نافرمانی سے علیحدگی کا انحصار محض خط تک محدود نہ رہنے دیا گیا تھا بلکہ ٹیلیفون پر بھی کہہ دیا گیا تھا کہ سول نافرمانی کے پروگرام میں جماعت اسلامی علیحدگی کا اعلان کر دے۔ کیا جماعت اسلامی کے لیے نشر و اشاعت کے وسائل ختم ہو گئے تھے آخر وہ کیا وجوہات اور کون سی مصلحتیں تھیں جنہوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودی سے لے کر جماعت اسلامی کے ایک ادنیٰ کارکن کو چپ سادھنے پر مجبور کر دیا تھا اور سول نافرمانی سے علیحدگی کا اعلان نہ کیا گیا ۔۔ وہ "نام نہاد خط" اگر ۲۶ فروری کو سلطان احمد کے پاس نہ پہنچا تھا تو کون سی قیامت آگئی تھی ۔۔ ؟ ۲۷ فروری کو خط ملنے پر ہی اخبارات میں اعلان کر دیتے کہ رات کے اجلاس میں اگرچہ میں نے ڈائریکٹ ایکشن یا سول نافرمانی کے خلاف رائے ظاہر کر دی تھی۔ چونکہ آج مجھے امیر جماعت اسلامی والا نامہ موصول ہوا ہے اس لیے سول نافرمانی کی تحریک سے علیحدگی کا اعلان کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ مجلس عمل کی طرف سے سول نافرمانی کا یہ پروگرام بنایا گیا ہے۔ جماعت اسلامی کا اس سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔

• علیحدگی کے اصل محرکات کیا تھے؟

مودودی صاحب نے جھوٹ گھڑتے وقت کچھ تو سوچ سے کام لیا ہوتا کہ اس سے پہلے اپنے ہی اخبارات میں کیا کچھ لکھ چکے ہیں ۔۔ ؟ ملک نصر اللہ خاں عزیز اپنی سرگزشت میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان احمد نے اپنے طور پر اختلاف کر دیا تھا۔ عزیز صاحب ذرا اس ابہام کو بھی واضح کر دیتے کہ وہ اختلاف سول نافرمانی سے علیحدگی یا ڈائریکٹ ایکشن سے لاتعلق کا تھا یا اختلاف رائے کا اظہار انہوں نے اس بات پر کیا کہ پروگرام کے مطابق سول نافرمانی کرنے کا اعلان ۲۷ فروری کو تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں کرنے کے بجائے ۹ مارچ کو دستور ساز اسمبلی کے سامنے کیا جائے تاکہ جماعت اسلامی اس پوری تحریک کو دستور کے نام پر اپنے حق میں استعمال کر سکے۔ شیخ سلطان احمد کے نام اس ہدایت سے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جماعت اسلامی فی نفسہٖ ڈائریکٹ ایکشن اور سول نافرمانی کے خلاف ہرگز نہ تھی اختلاف صرف یہ کا تھا کہ ۲۷ فروری کو اگر سول نافرمانی شروع ہو جاتی ہے تو اس سے جماعت اسلامی کا نام روشن ہونے کے امکانات معدوم تھے اور دستور کے نام پر روشن اور واضح ! (باقی آئندہ)

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کا عزم کیمبلپور اور واہ کینٹ

بروز اتوار ۲۹ اپریل بعد نماز فجر جامعہ مدنیہ کیمبلپور میں جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی درسِ قرآن دیں گے اور احباب سے ملاقات کرنے کے بعد واہ کینٹ تشریف لے جائیں گے جہاں آپ ۹ بجے حاجی خوشی محمد صاحب کی قیام گاہ ۱۵ اجالن روڈ پر مولانا قاضی زاہد الحسینی کے درسِ قرآن کی آٹھویں سالانہ تقریب میں شرکت فرمائیں گے اور اسی روز شام واپس لاہور تشریف لے آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ! (حاجی بشیر احمد)

مشاہداتِ حجاز　　مجاہد الحسینی

دار الارقم

اسلام کی دعوت و ارشاد کا تاریخی مرکز

جس میں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے

اس تاریخی گھر کا نصف حصہ سڑک میں اور نصف دوکانوں میں آگیا

قسط نمبر ۵

دعاؤں کے اس شہر مکہ معظمہ کی فلک بوس عمارتوں اور جدید طرز کے خوبصورت ہوٹلوں کا نظارہ کرتے ہوئے ہم نمازِ مغرب سے پہلے مسجد الحرام میں داخل ہو گئے، حجاج کرام کی اکثریت فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ اور عرفات کے سفر پر روانہ ہو چکی تھی اور مطاف میں گذشتہ چند روز کی نسبت طواف کرنے والوں کا ہجوم کم تھا۔ اس لیے ہم طواف و سعی سے ذرا جلدی فارغ ہو گئے — اتنے میں نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا۔ مؤذن نے لحنِ حجازی میں جب اذان کہی تو مکہ معظمہ کے در و دیوار جھوم گئے یکایک پوری مسجد الحرام نمازیوں سے بھر گئی۔ بیت اللہ شریف کے ارد گرد چاروں طرف نمازیوں کا جمِ غفیر جب سجدہ ریز دکھائی دیا تو دل و دماغ پر عجیب نقوش ثبت ہوتے واقعی اللہ بہت بڑا ہے! اور وہ جتنی بڑی عظیم شان والا ہے اتنی ہی دنیا کے عظیم انسانوں کی پیشانیاں اس کے گھر کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہیں بیت اللہ کے چاروں طرف جب دنیا بھر کے لوگ سربسجود ہوتے ہیں تو وہ منظر دیدنی ہوتا ہے۔

نماز کی ادائیگی کے بعد ہم لبیک اللّٰھم لبیک پکارتے میدانِ عرفات کی جانب روانہ ہوئے۔ باب السعود سے گاڑیوں میں سوار ہو کر جب ہم صفا پہاڑی کے پاس سے اس سڑک پر چلے جو منیٰ اور عرفات کی طرف جاتی ہے تو ہمارے رفیق جناب انور محروس نے ہمیں ایک پہاڑی موڑ پہ بتایا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں پہلے دار الارقم موجود تھا یہ مقدس اور تاریخی گھر وہ تھا جس میں حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی دعوت و ارشاد کے لیے اولین صحابہ کرام سے گفتگو کرتے کفارِ مکہ نے ابتدائی ایام میں جب اسلامی عبادات کی سرِعام اجازت دینے سے انکار کیا تھا اور عبادت کرنے والوں کو الم ناک تکلیفوں میں مبتلا کیا جاتا تھا۔ ان تلخ ایام میں دار الارقم ہی تھا جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے شر سے بچ کر عبادت کیا کرتے تھے اور یہی وہ تاریخی گھر تھا جس میں امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظم عمر رضی اللہ عنہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے اسی گھر کے دروازے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دستک دی تھی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مہلک ہتھیار سے مسلح دیکھ کر حضور کی خدمت میں عرض کی تھی کہ باہر عمرؓ آئے کھڑے ہیں اور تیور اچھے دکھائی نہیں دیتے جواب میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آنے دو! اگر اچھے ارادے اور نیک نیتی کے ساتھ آئے ہیں تو خیر — ورنہ عمرؓ کی تلوار ہو گی اور انہی کی گردن۔

دروازہ کھولا گیا تو پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگے بڑھ کر حضرت عمرؓ کا دامن پکڑ کر دریافت کیا۔ عمرؓ! کیسے آئے ہو؟

حضرت عمرؓ چونکہ اپنی بہن حضرت فاطمہؓ کے گھر سے قرآنِ مجید سن کر اور احکامِ خداوندی سے متاثر ہو کر حضورؐ کے دامنِ شفقت میں پناہ لینے کا پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے اس لیے فوراً عرض کیا — حضورؐ آپ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں — حضورؐ نے کلمہ پڑھایا تو چند حاضرین نے مکہ کی ایک معروف اور طاقتور شخصیت کو مسلمانوں کی صف میں دیکھ کر فرطِ مسرت سے پرجوش نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے۔ کہ مکہ کے پہاڑ گونج اٹھے تھے — دار الارقم میں اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا تھا یارسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں —؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں ہم حق پر ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا یارسول اللہ! کیا اسلام خدا کا سچا دین نہیں —؟ حضور نے فرمایا۔ اسلام خدا کا سچا اور آخری دین ہے اور میں آخری نبی ہوں۔

اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آج کے بعد خداوند قدوس کی عبادت دار الارقم میں چھپ کر نہیں کی جائے گی؟ اب سرِعام خدا کی عبادت ہو گی۔

کفارِ مکہ میں سے اگر کوئی شخص اپنی اولاد کو یتیم کرنا چاہتا ہے یا وہ اپنی زندگی سے تنگ آچکا ہے تو بیشک ہمیں سرِعام عبادت سے روکنے کی جسارت کرے آج کے بعد خدا کی عبادت میں دخل اندازی کرنے والوں کے سر قلم کر دیے جائیں گے — حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دیگر صحابہ کرام کے ہمراہ جلوس کی شکل میں باہر نکلے تو ابوجہل اور اس کے دیگر ساتھیوں کو حضرت عمرؓ کو اہلِ اسلام کے ہمراہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ کہ عمر تو ہمارے پاس سے اس بات کی قسم کھا کر گئے تھے کہ میں ابھی تمہارے پاس (نعوذ باللہ) محمدؐ کا سر قلم کر کے لاتا ہوں۔ اور اب یہ شخص خود ان کے حضورؐ سرنگوں دکھائی دیتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے کفار کے اس ٹولے کو دیکھ کر دور سے پکارا تھا خبردار! تم میں سے اگر کسی شخص نے بھی اہلِ اسلام کی طرف نگاہِ بد اٹھائی تو اسے نکال دیا جائے گا۔ انگلی کا اشارہ کیا تو اسے کاٹ دیا جائے گا۔ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا دین ہے۔ اب خدا کی عبادت سرِعام ہو گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی طاقتور اور مکہ کی عظیم شخصیت کو حلقہ بگوشِ اسلام دیکھ کر کفار کے دل دہل گئے اور ان پر ایسا رعب چھایا کہ مسلمان بلا جھجک شارعِ عام خدا کی عبادت کرنے لگے۔

جہاں تک دار الارقم کی تاریخی حیثیت کا تعلق ہے غالباً اس کا وجود ۱۹۵۰ء تک قائم رہا۔ حکومتِ سعودیہ نے جب حرم کی توسیع اور حجاج کرام کی تعداد میں روز افزوں اضافے کے پیشِ نظر منیٰ اور عرفات کو جانے والے راستوں کو کشادہ کرنے اور انھیں سہل گذار بنانے کا منصوبہ بنایا تھا تو یہ تاریخی گھر بھی اسی منصوبہ کی نذر ہو گیا اربابِ حکومت اگر اسے بچانا چاہتے تو چنداں مشکل بات نہ تھی مگر چونکہ حکومتِ سعودیہ نظری و فکری اعتبار سے ایسے مقامات کو دینی اور شرعی اعتبار سے کوئی خاص اہمیت نہیں دیتی ان کے ہاں تقدس و احترام کے صرف وہی مقامات ہیں جن کا وجود نصِ قطعی سے اور سنت الرسولؐ سے ثابت ہے یا ان کی بابت حدیثِ نبویؐ میں کوئی خصوصی حکم صادر ہوا ہے۔

عام حالات میں ان کا موقف یہ ہے کہ صرف ایک دار الارقم پر ہی کیا موقوف ہے پورا مکہ مکرمہ اور "السابقون الاوّلون" صحابہ کرام کی رہائش گاہیں اور ان کے مکانات سب کے سب مقدس اور تاریخی پس منظر رکھتے ہیں کس کو رکھا جائے اور کس کو نہ رکھا جائے۔ بظاہر یہ استدلال قوی معلوم ہوتا ہے لیکن پھر بھی ان میں درجہ بندی کرکے منتخب تاریخی مقامات کو رکھا جا سکتا ہے جیسا کہ اسی دار الارقم میں ایک پتھر پر قرآن مجید کی یہ آیت اور عبارت درج تھی — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ فی بُیُوتٍ اَذِنَ اللّٰہ

ان ترفع ویُذکر فیھا اسمہٗ یُسبّح لہ فیھا بالغُدوّ

والآصالِ۔

ھذا مختبأ رسول اللّٰہ ودار الخیزران وفیھا مبدأ الاسلام

ایک اور پتھر پر دار الارقم کی تعمیر اور مرمت میں حصہ لینے والے ابو جعفر محمد بن علی بن ابی طالب منصور الاصفہانی وزیر الشام الموصل کا نام کندہ تھا۔ آج اس تاریخی گھر کا نصف نئی سڑک کے نیچے آگیا ہے اور نصف حصہ دوکانوں میں شامل کر دیا گیا ہے۔

دار الارقم کی تاریخی حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے اور حکومت سعودیہ کے نئے تعمیراتی منصوبوں کا تجزیہ کرتے ہوئے ہماری گاڑیاں پوری تیز رفتاری کے ساتھ منیٰ کی طرف آگے بڑھ رہی تھیں۔ یہ نئی سڑک جس پر ہم گزر رہے تھے پہاڑوں کو کاٹ کر کشادہ بنائی گئی ہے پہاڑی سلسلہ اس سڑک کے ساتھ ساتھ جاتا ہے اس پہاڑ کو جبل ابی قبیس کہتے ہیں۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بنو ہاشم اسی طرف آباد تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ معجزہ "شق القمر" (چاند دو ٹکڑے کرنا) اسی پہاڑ پر واقع ہوا تھا لیکن زیادہ تر روایات منیٰ کے قریب واقع پہاڑ کی بابت ہیں۔

جبل ابو قبیس سے ملی ہوئی پہاڑیوں کے درمیان ہی "شعب ابی طالب" کے نام پر ایک گھاٹی تھی جہاں آجکل بلند و بالا خوبصورت عمارتیں تعمیر ہو گئی ہیں۔ شعب ابی طالب وہی مقام تھا جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے ہمراہ تین سال تک محصور رہے تھے اور کفار مکہ نے جب آپ کا معاشی اور معاشرتی ہمہ تسم کا بائیکاٹ کیا تھا اور بعض محصورین کی فاقہ کشی اور بھوک کا یہ عالم تھا کہ درختوں کے پتوں، جڑی بوٹیوں کی خوراک بھی جب نایاب ہو گئی تو خشک چمڑے کو بھگو کر اور پھر اسے کوٹ کر کھایا گیا تاکہ اس طرح ہی بھوک دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

بہر نوع —— ہم مکہ معظمہ کی مختلف تاریخی یادگاروں کا ذکر کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے چونکہ ہر طرف تاریکی چھا گئی تھی۔ اور دور دُور تک صرف بجلی کے قمقمے جگمگاتے دکھائی دے رہے تھے یا کبھی کبھی کالے سیاہ بادلوں کی طرح فلک بوس پہاڑ سامنے دکھائی دیتے چنانچہ منیٰ سے ہوتے ہوئے ہم نماز عشاء سے قبل ہی میدان عرفات میں پہنچ گئے۔

میدانِ عرفات

ہماری گاڑیاں جب عرفات میں واقع "وزارۃ الاعلام" کے کیمپ میں داخل ہوئیں تو قطار اندر قطار خیموں، قناتوں اور وسیع شامیانے میں دفترِ استقبالیہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حکومت سعودیہ کی جانب سے کس قدر عمدہ اور اچھا انتظام کیا گیا ہے۔

مختلف ممالک کے وفود کے لیے خیموں کی تنصیب الگ الگ تھی، پاکستان کے صحافتی وفد کے لیے تین خیمے مخصوص تھے جو بہترین قالینوں کے فرش اور ریشمی بستروں سے آراستہ تھے۔ تین تین حضرات نے ایک ایک خیمہ اپنے لیے منتخب کرکے ان میں سامان رکھ دیا۔ چونکہ نماز عشا کا وقت ہو چکا تھا۔ اس لیے نماز کے لیے مخصوص شامیانے میں چلے گئے اور باجماعت نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوتے تو معلوم ہوا کہ دفتر استقبالیہ میں سعودی حکومت کے وزیر الاعلام (اطلاعات و نشریات) تشریف فرما ہیں اور مختلف ممالک کے وفود کو ملاقات سے مشرف فرما رہے ہیں دوسرے وفود کے ہمراہ ملاقات کے لیے جب ہم شامیانے میں داخل ہوئے تو وزیر الاعلام جناب ابراہیم العنقری استاد غالب ڈائریکٹر جنرل اطلاعات اور دوسرے حضرات نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا ابھی ہم خوبصورت شامیانے کے نیچے بچھے ہوئے خوشنما قالین پر رکھے ہوئے تکیوں اور نرم و گداز گدیلوں پر بیٹھے ہی تھے کہ سعودی عرب کے شاہی رواج کے مطابق پہلے الائچی کے قہوہ سے تواضع ہوئی الائچی کا یہ قہوہ بھی عجیب و غریب ہوتا ہے۔ سماوار میں الائچیاں ڈال کر اسے آگ پر خوب جوش دیا جاتا ہے اور جب الائچیوں کا خوب جوہر نکل آئے تو اس کے چند قطرے ننھی منھی پیالیوں میں ڈال مہمانوں کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں بلا مبالغہ اس کے صرف دو یا تین گھونٹ ہوتے ہیں بعد ازاں سبز قہوے کے فنجان پیش کیے جاتے ہیں مہمانوں کی تواضع کا یہ انداز نہایت باوقار اور پرکیف ہوتا ہے۔

مختلف ممالک مصر، پاکستان، کویت، عراق، لیبیا، اردن، شام، ایران، افغانستان، الجزائر اور مختلف افریقی اور دیگر ممالک کے صحافتی وفود وزیر الاعلام سے ملاقات کے لیے یکے بعد دیگرے آرہے تھے۔ ملاقات سے فارغ ہوتے تو کھانے کے لیے مخصوص شامیانے میں جانے کو کہا گیا۔ مختلف ممالک کے صحافیوں، ٹیلیویژن اور ریڈیو فنکاروں کے اعزاز میں وزارۃ الاعلام کی طرف سے پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا اور اس کے لیے ایک شامیانہ "ہال کرہ نما" بنایا گیا تھا۔ دسترخوان پر عرب رواج کے مطابق بڑے بڑے طباق میں کھانا پیش کیا گیا جس میں کم از کم چار پانچ افراد اکٹھے کھانا کھاتے، عمدہ سیب، مالٹے اور کیلے پر مشتمل پھلوں سے تواضع اس پر مستزاد ——

میدان عرفات میں پھلوں کا رزق دیکھتے ہی حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے دعائیہ کلمات زبان پر آگئے جو انہوں نے اہل مکہ کے لیے فرمائے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس کا ذکر فرمایا ہے۔

وَارْزُقْھُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا۔

نعت شریف

از:- خادم کیتھلی

تارے اُن کے ہیں ماہتاب اُن کا
ہر طرف جلوہ گر شباب اُن کا

صحنِ گلزار میں بہار اُن کی
ہر رُو اُن کا ہے اور گلاب اُن کا

انتہائے کمالِ آدم ہیں
حق نے فرمایا انتخاب اُن کا

سینہ پُر نور اُن کے عشق سے ہے
دل میں چمکا ہے آفتاب اُن کا

شب کو اس آرزو میں سوتا ہوں
کاش دیکھوں کبھی میں خواب اُن کا

وہ مصوّر کا نقشِ لاثانی
دو جہاں میں کہاں جواب اُن کا

مجھ کو خادم ہے انتساب اُن سے
کتنا اچھا ہے انتساب اُن کا

قسط نمبر ۲

بحث و مذاکرہ

مشینوں پر زکوٰۃ کا مسئلہ

مولانا محمد اسحاق صدیقی

ابوابِ زکوٰۃ میں تجارت کا مفہوم

بدائع سے مفہوم "تجارت" کے بارے میں جو بات منقول ہو چکی ہے وہ ابوابِ زکوٰۃ سے ہی تعلق رکھتی ہے اس میں "مبادلۃ المال بالمال" کو مفہوم تجارت کا جزو ظاہر کیا گیا ہے۔ بلکہ مسئلہ مذکورہ میں سقوطِ زکوٰۃ پر استدلال کا مدار اسی جزو پر ہے اس کے بعد یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہتی کہ ابواب زکوٰۃ میں "مبادلۃ المال بالمال" مفہوم تجارت سے خارج ہے۔ کشاف اصطلاحات الفنون فقہ کی کتاب نہیں، تجارت کی جو تعریف اس میں مذکور ہے اسے فقہا کی تعریف ہی پر منطبق اور اس کی روشنی میں اس کی تشریح کرنا چاہیے اس کے مصنف خود واضع اصطلاح نہیں بلکہ اس کے ناقل ہیں ظاہر ہے کہ منقول کے ایسے معنی مراد نہیں لیے جا سکتے جو منقول عنہ کے خلاف ہوں یا ان کی بیان کردہ کسی اصطلاح کا کوئی ایسا مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا جس کی تائید خود اہل فن کی کتابوں اور ان کے اقوال سے نہ ہو سکے اس لیے کشاف کی مبینہ تعریف یعنی "التجارۃ ھی التصرف فی المال للربح" میں تصرف سے مراد بھی "مبادلۃ المال بالمال" ہو گا نہ کہ ہر قسم کا تصرف، ورنہ لازم آئے گا کہ مصنف نے اصطلاح فقہا کی ترجمانی میں غلطی کی ہے، نیز مفہوم تصرف میں عموم تسلیم کر لینے سے ایک دوسری مشکل کا سامنا بھی کرنا پڑے گا، یعنی بعض ایسی صورتوں میں وجوب زکوٰۃ کا قائل ہونا پڑے گا جن میں شریعت مقدسہ اسے واجب نہیں کہتی، مثلاً ایک شخص اپنی سواری کے لیے موٹر خریدتا ہے اور اپنے ہی کام میں استعمال کرتا ہے یہ مال تجارت نہیں ہے اور اس پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب نہیں۔ فرض کیجیے کہ وہ اس خیال سے کہ جب یہ پرانی ہو جائے گی تو اسے فروخت کر دے گا۔ اس کی صفائی ستھرائی کا زیادہ احترام کرتا ہے تاکہ سیکنڈ ہینڈ ہونے پر بھی اس کی قیمت زیادہ لگ سکے، یہ صفائی کا تصرف ربح کے لیے ہے اگر ہم حسب تعریف کشاف تصرف کو عام سمجھ کر مسئلہ کا جواب دیں تو کہنا پڑے گا کہ اس کی مالیت پر زکوٰۃ واجب ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ علیٰ ہذا آلات محترفین کے مسئلہ میں بھی اگر اہل حرفہ ان کی صفائی اور مرمت کا اہتمام اس قصد سے کریں کہ اگر انہیں بیچنا پڑے قیمت اچھی ملے اور منفعت حاصل ہو۔ وجوب زکوٰۃ کا قائل ہونا پڑے گا۔ حالانکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ ان پر زکوٰۃ نہیں ہے نہ یہ مال تجارت کے ذیل میں آتے ہیں۔ مندرجہ بالا امور پر نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ "مبادلۃ المال بالمال" مفہوم تجارت میں داخل ہے۔ اور اس کے پیش نظر زیر بحث مسئلہ میں کارخانوں کی مشینوں کو اموال تجارت کی فہرست میں درج نہیں کیا جا سکتا۔ یہ صحیح ہے کہ سرمایہ دار کارخانہ قائم کرنے کے بعد یا بعض اوقات اس کا ابتدائی انتظام مثلاً مشینوں کی خریداری کرنے کے بعد اگر کاروبار کو غیر منفعت بخش یا کم منفعت بخش سمجھتا ہے تو مشینوں کو فروخت کر کے کوئی دوسرا کاروبار شروع کر دیتا ہے لیکن اس سے بھی مشینوں کا مال تجارت ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ جب انھیں خریدتا ہے تو انھیں فروخت کر کے نفع اندوزی کی نیت نہیں کرتا کچھ دنوں کے بعد انہیں فروخت کر دینے کی نیت کر لینا انہیں مال تجارت بنا دینے کے لیے کافی نہیں یہ حکم اس وقت ہو گا جب اس نیت کے ساتھ، جو خریداری کے بعد کی گئی فعل تجارت بھی پایا جائے جیسا کہ صفحات گذشتہ میں بدائع سے منقول ہو چکا ہے بیع اور تجارت کا فرق بھی ملحوظ رکھنا چاہیے زیر بحث صورت میں کارخانہ دار باندیشہ نقصان یا قلت منفعت مشینوں کی بیع کا ارادہ رکھتا ہے یا کہ تجارت کا؟ تجارت میں حصول ربح کا ارادہ لازم ہے اگر یہ نہیں تو یہ ارادہ بیع ہے نہ کہ ارادہ تجارت، یہ تو فعل بیع کے ساتھ بھی مقارن ہو جائے تو بھی مشینوں کو مال تجارت کے ذیل میں نہیں لا سکتا۔ چہ جائیکہ بغیر مقارنت مذکورہ توضیح کے لیے بطور مثال ایسے مکان کو پیش کیا جا سکتا ہے جس کا مالک خود مکین ہو۔ مگر یہ نیت رکھتا ہو کہ مجھے دوسری جگہ مکان مل جائے تو اسے فروخت کر دوں گا۔ بلکہ یہ بھی فرض کر لیجیے کہ اس نے فروخت بھی کر دیا۔ کیا اس نیت، اور فعل بیع، کا یہ اثر ہو گا کہ اس مکان کا شمار مال تجارت میں کیا جائے؟ جواب ظاہر ہے کہ یہ مال تجارت نہیں ہے۔

مشین اور آلات محترفین

مفتی صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ مشین بھی آلات محترفین میں داخل ہے جن کے اوپر زکوٰۃ بتصریح فقہا بالاتفاق واجب نہیں ہے۔ مولانا محمد طاسین صاحب نے کارخانوں کی مشینوں اور آلات محترفین کے درمیان فرق بیان فرما کر لکھا ہے کہ مشین کو آلات محترفین پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے وجہ فرق یہ بیان کیا ہے کہ آلات محترفین کا شمار حوائج اصلیہ میں ہے جب کہ مشین ان میں شامل نہیں ہے اس فرق کو میں تسلیم کرتا ہوں لیکن جو دوسرا فرق موصوف نے یہ بیان کیا ہے کہ "اول مال غیر نامی ہے جبکہ ثانی مال نامی ہے" اس کی صحت تسلیم کرنے سے قاصر ہوں۔ ابتدائے مضمون میں عرض کر چکا ہوں کہ مشین کو مال نامی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بات کہ مالکانِ کارخانہ مشین کو خود نہیں استعمال کرتے بلکہ دوسروں کو اسے استعمال کرنے کے لیے اجرت پر رکھتے ہیں زیر بحث مسئلہ میں بالکل اثر انداز نہیں ہوتی۔ استعمالی مشین کی جو اجرت وہ مشین چلانے والے کو دیتے ہیں اسے مشین کی قیمت یا اس کا ربح تو نہیں کہا جا سکتا۔ وہ رقم تو کارخانہ دار کی جیب سے جاتی ہے اس کے پاس آتی نہیں ہے۔ اسی کی وجہ سے مشین میں نماء کیسے پیدا ہو سکتا ہے یہ تو نماء کی ضد ہے مشین حوائج اصلیہ میں داخل نہیں ہے لیکن مال غیر نامی ہونے کی وجہ سے آلات محترفین کے ذیل میں آتی ہے اس لیے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ ثبوت حکم کے لیے صرف ایک علت کافی ہے یہ ضروری نہیں کہ دونوں علتیں پائی جائیں۔ مشین اگر اجارہ (کرایہ) پر چلائی جائے یعنی دوسرے شخص کو استعمال کے لیے دی جائے اور اس سے اس کا معاوضہ وصول کیا جائے تو اس میں وصف "نماء" ماننا پڑے گا۔ مگر یہ صورت ہمارے مبحث سے خارج اور بے تعلق ہے۔ یہاں بحث تو کارخانوں میں چلنے والی ان مشینوں کے متعلق ہے جو کارخانہ مصنوعات تیار کرنے کے لیے لگاتے ہیں کرایے پر چلانے کی نوعیت و صورت ہی دوسری ہے جس سے یہاں کوئی بحث نہیں ہے۔ پھر یہ کہ کرایے پر چلانے سے بھی اس شے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جو کرایے پر چلائی جائے بلکہ آمدنی میں سے پس انداز کردہ رقم میں حسب ضوابط و شرائط واجب ہوتی ہے۔

مشین کو "مال معد للاستنماء" کے ذیل میں بھی داخل کرنا درست نہیں ہے واضح کیا جا چکا ہے کہ خود مشین میں نماء کا کوئی ظہور نہیں ہوتا وہ جس مال کی پیدائش کا ذریعہ بنتی ہے اس میں "نماء" کا ظہور ہوتا ہے اور وہی "معد للاستنماء" ہوتا ہے نہ کہ مشین۔ یہ صحیح ہے کہ کارخانہ دار مصنوعات کی قیمت میں مطالبات فرسودگی بھی شامل کرتا ہے لیکن اپنے ہاتھ سے آلات استعمال کرنے والے محترفین بھی اپنی اجرت میں اسے شامل کرتے ہیں اس اعتبار سے کارخانہ دار اور محترفین میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یہ تو معاشیات کا ایک اصول ہے جو معاشی جدوجہد کی تفصیلی بنیادوں پر مبنی ہے جس پر ہر وہ شخص عمل کرتا ہے جو آلات سے کام لیتا ہے اور بالفرض اس فرق کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی اس کا کوئی اثر زیر بحث مسئلہ پر نہیں پڑتا کیونکہ یہ تو صرف اس کی نیت کا مسئلہ ہے۔ علاوہ ازیں وہ صرف اپنے مصنوعات

کی قیمت وصول کرتا ہے، مشین کا جو حصہ فرسودہ ہوجاتا ہے براہ راست اس کی قیمت نہیں لیتا بلکہ مصنوعات کی قیمت سے اس نقصان کی تلافی کرتا ہے۔ تلافیٔ نقصان یا اخراجات پورے کرنے کے لیے اس کی قیمت بڑھا دینا دوسری چیز ہے اور خود مشین کے ان اجزاء کی، جو فرسودہ ہوگئے ہیں قیمت لینا بالکل دوسری چیز ہے۔

کارخانہ دار کا عمل پہلی صورت میں داخل ہے نہ کہ دوسری میں اگر مطالبات فرسودگی کے نام پر اضافہ شدہ قیمت کو مشین کے فرسودہ حصے کی قیمت قرار دیا جائے تو اس تجارت ہی میں فساد پیدا ہوجائے گا۔ کیونکہ وہ فرسودہ حصہ تو معدوم ہوچکا اور صارفین کو نہیں ملا۔ پھر اس کی قیمت لینے کا کارخانہ دار کو کیا حق ہے؟ اس کی بیع تو معدوم کی بیع ہوئی جو شرعاً باطل ہے۔ کاشت کار کی مثال بات کو اور واضح کردے گی۔ وہ بیلوں کی قیمت اور ہل وغیرہ آلات کی قیمت غلہ ہی سے حاصل کرتا ہے یعنی اس کی قیمت ایسی مقرر کرتا ہے کہ اس کے یہ سب اخراجات پورے ہو کر منافع بھی حاصل ہوسکے۔ مثلاً اس کا اندازہ ہے کہ دس سال کے بعد اسے نئے بیل خریدنے پڑیں گے۔ جس کے لیے اسے ایک ہزار روپیہ خرچ کرنا پڑے گا تو پیداوار کی قیمت اتنی مقرر کرنے کی کوشش کرے گا کہ اس سے علاوہ دیگر اخراجات کے دس سال کی مدت میں ایک ہزار روپیہ بیلوں کے لیے بھی حاصل ہوجائے۔ تو کیا اس کی اس نیت کی وجہ سے بیلوں کو مال تجارت قرار دیا جائے گا؟ اسی طرح تجربہ ہے کہ جس سال ژالہ باری یا پالا گرنے یا کسی اور آفت ارضی وسماوی کی وجہ سے فصل خراب ہوجاتی ہے اس میں غلہ گراں ہوجاتا ہے، سبب یہ ہوتا ہے کہ کاشتکار اپنے نقصان کی تلافی بھی غلہ کی قیمت سے کرنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے قصد کی وجہ سے اضافہ شدہ قیمت کو برباد شدہ غلہ کی قیمت نہیں سمجھا جاسکتا۔ کیونکہ وہ تو معدوم ہوچکا۔ صارف جو قیمت ادا کرتا ہے وہ صرف اس غلہ کی ہوتی ہے جو اسے معاوضہ میں ملتا ہے اسی طرح کارخانہ دار مطالبات فرسودگی کے نام سے جو اضافہ قیمت مصنوعات میں کرتا ہے اسے مشین کے فرسودہ حصے کی قیمت نہیں کہا جاسکتا۔ وہ صرف مصنوعات کی قیمت کہی جائے گی۔ اس نیت و اضافۂ قیمت کی وجہ سے مشین کو مال تجارت نہیں قرار دیا جاسکتا اور اس کی مالیت پر کوئی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی بلکہ اس کے مصنوعات، مال تجارت میں شمار ہوں گے جن کی مالیت پر حسب قاعدہ زکوٰۃ فرض ہوگی اس سلسلہ میں فقہ حنفی کے مندرجہ ذیل دو مسئلے قابل ذکر ہیں۔ جن سے زیر بحث مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔

پہلا جزئیہ

واما الاجراء الذین یعملون للناس نحو الصباغین والقصارین والدباغین اذا اشتروا الصبغ والصابون والدھن ونحو ذالک مما یحتاج الیہ فی عملھم ھل یصیر ذالک مال التجارۃ؟ روی بشر بن الولید عن ابی یوسفؒ ان الصباغ اذا اشتری العصفر والزعفران لیصبغ ثیاب الناس فعلیہ الزکوٰۃ۔ والحاصل ان ھذا علی وجھین۔ ان کان شیئاً یبقی اثرہ فی المعمول فیہ کالصبغ والزعفران والشحم الذی یدبغ بہ الجلد فانہ یکون مال التجارۃ لان الاجر یکون مقابلہ ذالک الاثر۔ وذالک الاثر قائم فانہ من اجزاء الصبغ والشحم لکنہ لطیف فیکون ھذا التجارۃ وان کان شیئاً لا یبقی اثرہ فی المعمول فیہ مثل الصابون والاشنان والقلی والکبریت فلا یکون مال التجارۃ لان عینھا تتلف ولم ینتقل اثرھا الی الثوب المغسول حتی یکون لھا۔ حصۃ من العوض بل البیاض للثوب یظھر عند زوال الدرن فما یاخذ من العوض بدل عملہ لا بدل ھذہ الالات فلم یکن مال التجارۃ۔ (بدائع ص ۱۳ ج ۲)

وہ اہل پیشہ جو لوگوں کے لیے کام کرتے ہیں جیسے رنگریز، دھوبی، چرم ساز، یہ اگر رنگ، صابن، تیل وغیرہ ایسی چیزیں جن کی انہیں اپنے پیشے میں حاجت ہے اس نیت سے خریدیں کہ اس سے کام لیں گے یہ چیزیں ان کی اس نیت سے مال تجارت ہوجائیں گی یا نہیں؟ اس کے جواب میں بشر بن ولید نے امام ابویوسفؒ سے روایت کی ہے کہ رنگریز اگر عصفر و زعفران لوگوں کے کپڑے رنگنے کے مقصد سے خریدے تو اس پر ان چیزوں کی زکوٰۃ واجب ہے حاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اگر اس طرح خریدی ہوئی چیز ایسی ہے کہ اس کا اثر معمول فیہ میں باقی رہتا ہے جیسے رنگ، زعفران، چربی جس سے چمڑا کمایا جاتا ہے تو وہ مال تجارت ہے کیونکہ اس اثر کو اجرت کے مقابلے میں سمجھا جائے گا۔ اور یہ اثر قائم اور موجود ہے کیونکہ وہ رنگ اور چربی کے لطیف اجزا کا نام ہے (بہرحال اس صورت میں مال کے بدلے میں چونکہ مال ہے) اس لیے یہ معاملہ تجارت کہا جائے گا۔ اور اگر ایسی چیز ہے جس کا اثر معمول فیہ میں باقی نہیں رہتا جیسے، صابن اشنان، سجی، گندھک تو یہ مال تجارت نہیں ہوگا کیونکہ اس شیٔ کی ذات تو تلف ہوجاتی ہے اور اس کا اثر دھلے ہوئے کپڑے کی طرف منتقل نہیں ہوا کہ اجرت کا کچھ حصہ اس کے مقابلے میں قرار دیا جائے (اور) کپڑے کی سفیدی کو صابون کا اثر نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ وہ تو میل دھل جانے کے بعد ظاہر ہوتی ہے لہٰذا پیشہ ور جو عوض حاصل کرتا ہے وہ اس کے کام کا معاوضہ ہے، اس سامان (صابون وغیرہ) کا عوض نہیں اس لیے اسے مال تجارت نہیں کہا جاسکتا۔

اس عبارت سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ تجارت میں بدلین کو "مال" ہونا چاہیئے دوسری بات یہ سمجھ میں آئی۔ کہ جب مشین کا کوئی جز اس کے مصنوعات میں موجود نہیں ہوتا ہے، یا فقہی اصطلاح میں اس کا کوئی "اثر قائم" مصنوع میں ظاہر نہیں ہوتا تو مشین کو مال تجارت نہیں کہا جا سکتا اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کے مصنوعات پر ہوگی۔

دوسرا جزئیہ

واما آلات الصناع وظروف امتعۃ التجارۃ لا تکون مال التجارۃ، لانھا لا تباع مع الامتعۃ عادۃ۔

وقالوا فی نخاس الدواب اذا اشتری المقاود والجلال والبراذع۔ انہ ان کان یباع مع الدواب عادۃ یکون للتجارۃ لانھا معدۃ لھا۔ وان کان لا یباع معھا ولکن تمسک وتحفظ بھا الدواب فھی من الات الصناع۔ فلا یکون مال التجارۃ اذا لم ینو التجارۃ عند شرائھا۔ (حوالہ بالا)

لیکن صناعوں کے آلات اور تجارتی مال رکھنے کے ظروف (باردانہ) کو مال تجارت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ چیزیں عادتاً مال تجارت کے ساتھ فروخت نہیں کی جاتیں۔ فقہانے کہا ہے کہ مویشیوں کا بیوپاری عیب بہت سی لگامیں، جھولیں اور نمدے خرید کر رکھے تو یہ مال تجارت ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ، اگر یہ چیزیں عادتاً چوپاؤں کے ساتھ ہی فروخت ہوتی ہیں تو مال تجارت شمار ہوں گی۔ کیونکہ وہ تجارت ہی کے لیے رکھی گئی ہیں اور اگر مویشیوں کے ساتھ فروخت نہیں ہوتیں بلکہ وہ بیوپاریوں کے پاس رہتی ہیں۔ اور ان سے مویشیوں کے باندھنے اور محفوظ رکھنے کا کام لیا جاتا ہے تو ان کا شمار "آلات صناع" میں ہوگا مال تجارت میں نہ ہوگا جبکہ خریداری کے وقت تجارت کی نیت نہ کی ہو۔

مشین کا مسئلہ اس عبارت سے بھی صاف ہوجاتا ہے۔ زیر بحث مسئلہ میں ان کی خریداری کے وقت ان کی نیت تجارت کی نہیں ہوتی نہ عادتاً وہ مصنوعات کے ساتھ فروخت کی جاتی ہیں پھر انھیں مال تجارت کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ اور ان پر وجوب زکوٰۃ کی کیا وجہ ہے؟ ان سب امور سے قطع نظر زیر بحث مسئلہ میں اگر مشینوں کو صرف ذریعہ پیداوار ہونے کی وجہ سے مال تجارت قرار دیا جائے تو مندرجہ ذیل صورت میں دینی کتابوں کو بھی داخل کرنا پڑے گا۔

ایک صاحب علم تصنیف و تالیف کرکے اور انھیں طبع کرکے نفع اٹھاتا ہے، یہ یقیناً تجارت ہے اور ان کتابوں پر زکوٰۃ واجب ہے جن کی وہ تجارت کرتا ہے اس کے ساتھ یہ بھی فرض کیجیے کہ اس کے پاس ایک ذخیرہ دینی کتب کا موجود ہے جس کی قیمت کا ایک لاکھ روپیہ ہے انھیں کتابوں کی امداد و اعانت سے وہ تصنیف و تالیف کا کام انجام دیتا ہے گویا ذخیرہ کتب بواسطہ تالیف و تصنیف اور طباعت و اشاعت حصول منافع کا ذریعہ بنتا ہے۔ اگر مندرجہ بالا قاعدہ تسلیم کرلیا جائے تو اسے

(باقی صفحہ پر)

مسئلہ قومیت — مسلم قوم یا پاکستانی؟

محمد اسلم رانا، جنرل سیکرٹری مرکز تحقیق مسیحیت، ملک پارک، شاہدرہ، لاہور

راقم الحروف کے دیرینہ مشفق اور مکرم و محترم مولانا مجاہد الحسینی نے خدام الدین مجریہ ۱۶ر مارچ کے اداریہ میں پاکستان کے ایک اساسی نظریہ پر قلم اٹھا کر مادر وطن کے ارباب فکر کو بجا طور پر جھنجھوڑا ہے اداریہ کا ایک ایک لفظ غور و تدبر کی دعوت لیے ہوئے ہے۔ مقام صد افسوس ہے کہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے اساسی نظریات کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ قومیت کے صحیح ٹھوس اور جامع مفہوم کے عدم تعین اور اس کی حفاظت سے غفلت مشرقی پاکستان کو لے ڈوبی اور مغربی پاکستان کی نیا اسی فکری اور نظری انتشار کے طوفان میں ڈگمگا رہی ہے جب معالجین کرام تشخیص مرض ہی کی طرف توجہ نہ دیں تو مریض کی حالت وہی ہوتی ہے جس سے بچے کھچے پاکستانی دوچار ہیں۔ بہرحال

اپنا بھی تو زور چلتا ہے قلم پہ

برصغیر میں یہ مسئلہ خصوصی توجہ کا محتاج ہے۔ اس کا انداز بڑا الجھا ہوا اور نازک ہے۔ ہم اپنے حقیر اور مختصر سے مطالعہ کی بنا پر اس مسئلہ کے تمام ضروری پہلوؤں کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

قومیت پرستی کی ابتداء

مذہب قدیم سے ہی اتحاد و اتفاق کا ایک عظیم اور مضبوط ترین عنصر رہا ہے۔ دور جدید میں یورپ مذہب کی گرفت سے آزاد ہوا تو عوام کے مل بیٹھنے کے لیے دوسرے امور کی تلاش شروع ہوئی۔ چنانچہ لوگ نسل، وطن، رنگ، مشترکہ تاریخی، سیاسی، ثقافتی اور تہذیبی روایات یا زبان وغیرہ کی بنا پر اکٹھے ہونے لگے۔ ان سب یا ان میں سے ایک امر کی بنا پر مجتمع ہونے والا انسانی گروہ قومیت NATIONALITY کہلایا اس طرح اکٹھے ہونے کے جذبہ کو قومیت پرستی یا قوم پرستی NATIONALISM کا نام دیا گیا ہر قومیت کے لیے آزاد اور خود مختار ریاست SOVEREIGN STATE کا حصول اصول قرار پایا کسی قومیت کو ریاست نصیب ہو جائے تو اسے قوم NATION کہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ جذبہ جنون کی شکل اختیار کر گیا۔ تنگ نظری، علیحدگی پسندی اور قومی برتری کا فلسفہ نسل انسانی میں پھوٹ اور جنگ و جدال کا موجب بنا مورخین کا اتفاق ہے کہ ۱۸۱۵ء کی وی آنا کانگرس کے بعد یورپ میں ہونے والی تمام جنگوں کی بنیاد یہی قوم پرستی ہی تھی اس دور میں وی آنا ڈل نے قومیت پرستی کو نسلِ انسانی کے لیے "طاعون" قرار دیا THE NEW NATIONALISM BY LOUIS L.SNYDER 1948, P.2.

چاڈوک صاحب لکھتے ہیں "قوم پرستی کا منبع ایسے افراد اور اشیاء کی مخالفت یا نفرت ہے جو اجنبی یا نامانوس ہوں" THE NATIONALITIES OF EUROPE BY A MUNRO CHADWICK. 1945 P.3)

مذہب اور قومیت

تحریک احیائے علوم نے پاپائیت کے وقار کو سخت دھچکا لگایا، پروٹسٹنٹ ازم، جمہوریت، حریت فرد اور آزادی فکر ایسی تحریکوں اور صنعتی اور معاشی انقلاب نے لوگوں کو فکر و نظر کی نئی راہیں سجھائیں نئے نئے مسائل پیدا کئے۔ عیسائیت جنہیں سلجھانے میں ناکام رہی ان تمام امور نے لوگوں کو مذہب اور خدا سے دور کر دیا اگر کسی کو مذہب سے واسطہ رہ بھی گیا تو فقط ذاتی حد یا گرجا گھر جانے تک فی زمانہ دیار مغرب میں زندگی کے تمام شعبوں میں لامذہبیت یا سیکولرزم SECULARISM کا دور دورہ ہے مذہب کو قوم پرستی سے دور کا بھی علاقہ نہیں رہا۔ وہاں مذہبی اختلافات اگر ہوں بھی تو قومیت پرستی کے جذبہ تلے دب جاتے ہیں ایسے نظریات سے مرعوب نہرو نے کہا "مسٹر جناح کا مطالبہ ایک نئے نظریہ پر مبنی تھا کہ برصغیر میں ہندو اور مسلمان دو مختلف اقوام بستی تھیں میں نہیں مانتا کہ اس طرح برصغیر میں دو ہی قومیں کیوں بستی تھیں؟ کیونکہ اگر مذہب قومیت کی بنیاد بن سکتا ہے تو پھر ہندوستان میں بہت سی اقوام بستی تھیں۔ قوم کی تعریف مشکل ہے۔ (NEHRU—THE FIRST SIXTY YEARS EDITED BY DOROTHY NORMAN 1965 VOL I. P 515)

تاہم ماہرین علم سیاسیات مذہب کو قومیت پرستی کا ایک عامل مانتے ہیں۔ پروفیسر گلکرائسٹ نے لکھا ہے "جو لوگ بالعموم ایک ہی نسل، علاقہ، زبان، مذہب اور روایات رکھتے ہوں، ان کے روحانی جذبہ یا اصول کو قومیت کہتے ہیں۔ PRINCIPLES OF POLITICAL SCIENCE BY R.N. GILCHRIST: 1957. P. 26) — امریکی انسائیکلوپیڈیا رقمطراز ہے "قوم افراد کا وہ مجموعہ ہے جو سیاسی، نسلی، مذہبی، ثقافتی لسانی، تاریخی اور خاص کر مشترکہ نسب یا کم از کم اس پر اعتقاد کی وجہ سے آپس میں متحد ہوں (مطبوعہ ۱۹۴۹ء جلد ۱۹ — صفحہ ۴۹ے) مذہب تو بڑی اونچی شے ہے فضلا کے نزدیک تو قومیت پرستی کے لیے کسی بھی عنصر کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ لکھا ہے "قوم پرستی ایک ذہنی کیفیت ہے جو اکثر اوقات سرکاری اور پرائیویٹ پراپگنڈہ سے پیدا کی جاتی ہے (امریکی انسائیکلوپیڈیا جلد نمبر ۱۹ صفحہ ۵۵ے) بڑے بڑے مذاہب کی سرزمین مشرق میں آج بھی مذہب کو بڑی وقعت حاصل ہے اور مذہب قوم پرستی کا اہم اور طاقت ور ترین عنصر ہے۔ ہولڈرنس لکھتے ہیں "مشرق میں مذاہب قومیتوں کا معیار ہیں برصغیر کے سات کروڑ مسلمان (یہ تعداد ۵۲ سال پرانی ہے) ہر لحاظ سے ایک قوم ہیں، انتظامی معاملات میں گورنمنٹ ہند کو ہمیشہ سے ہی مسلمانوں کا ایک جدا فرقہ کے لحاظ سے خاص خیال رکھنا پڑتا ہے جن کے مفادات دیگر آبادی سے ممتاز اور اکثر مختلف ہیں" PEOPLES AND PROBLEMS OF INDIA BY SIR T.W HOLDERNESS 1923 P 127)

برصغیر میں تو مذاہب کو قومیت پرستی کے ایک خصوصی عنصر کا درجہ حاصل ہے اور اقوام میں تفریق و تخالف کی بنا مذہب ہی ہے کوشک نے لکھا بھی ہے "ہندو مسلم دشمنی صدیوں پرانی ہے THE CONGRESS IDEOLOGY AND PROGRAMME BY P.D KUSHIK (1964 P 303) بالفرض مغرب میں مذہب قومیت پرستی کی بنیاد نہیں بھی رہا تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم خواہ مخواہ مغرب کی اندھی تقلید میں مذہب کو بنیاد ماننے سے انکار کر دیں۔ سر رابندرناتھ ٹیگور کے یہ الفاظ آب زر سے سا تھ لکھے جانے کے قابل ہیں: "ہمیں برصغیر میں یہ چیز اپنے اذہان میں رکھنی چاہیئے کہ ہم دوسروں کی تاریخ مستعار نہیں لے سکتے اور اگر ہم دوسروں کی تاریخ مستعار لے لیں تو اپنا ہی گلا گھونٹیں گے اور خودکشی کے مترادف ہوں گے اور اگر تم ایسی چیزیں مانگتے ہیں جو تمہاری زندگی سے متعلق نہیں ہیں ... وہ تمہاری زندگی کو کچل کر رکھ دیں گی۔ NATIONALISM BY SIR RABINDRANATH TAGORE: 1920, P. 102) —

مسئلہ قومیت اور اسلام

لفظ قوم قرآن پاک میں بارہا استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مطلب صرف وہ لوگ ہیں جو پیغمبر کے قبیلہ یا علاقہ سے متعلق اور اللہ تعالیٰ کے پاک نبی کے مخالف تھے قوم کے لفظ کو جدید اور مہیب حیثیت صرف جدید دور ہی میں ملی ہے جن معنوں میں قوم ایک جدید اصطلاح ہے قرآن مجید نے اس کے لیے لفظ "ملت" استعمال کیا ہے یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ نبی کی دعوت کو قبول کر لیں ایک

ملت بن جاتے ہیں۔ بخلاف قوم ملت " کی بنیاد نقطۂ فکری اور نظری اتحاد ہے ۔ چنانچہ ٹیگور نے موازی سو پیڈی پیسے صحیح کہا ہے کہ کسی قوم میں محض سیاسی یا تجارتی بنیاد پر اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا۔ فکر و عمل کے علمبردار ہمیشہ روحانی اتحاد تلاش کرتے اور اسی کی تبلیغ کرتے ہیں (صفحہ ۱۰۴) ملت اسلامیہ نسل، نسب، خون، رنگ، زبان، وطن، علاقہ، علاقائی تاریخ، تہذیب، ثقافت اور مشترکہ روایات ایسی خرافات سے قطع نظر عقائد کے اشتراک سے مرکب ہے۔ ظہور اسلام کی ایک خصوصی غرض ہی انسانیت کے روشن چہرے کو ان بدنما داغوں سے پاک کرتا ہے، ایک مورخ اس عظیم حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں۔ اسلام نے دنیا کو اخوتِ انسانی کا بھولا ہوا سبق پھر سے یاد دلایا۔ (A HISTORY OF SPAIN BY HAROL[D] LIVERMORF : 1958, P. 66) مذکورہ عناصر کی بنا پر بنی نوع انسان کو چھوٹے چھوٹے مختلف اور باہم متحارب گروہوں میں بانٹا تو جا سکتا ہے لیکن ایک عالمی تہذیب اور عالمگیر قومیت کا خواب محض ملتِ اسلامیہ ہی کی بنیادوں پر ممکن ہے۔

مسلمان ایک قوم ہیں

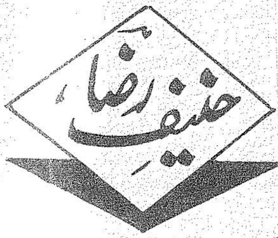
پروفیسر گلکرائسٹ لکھتے ہیں "اسلام زبردست قوم پرستی کا حامل ہے (INDIAN NATIONALITY BY R.N. GILCHRIST: 1919 P.12[8]) انٹرنیشنل مشنری کونسل کے چیئرمین جناب موٹ صاحب مسلم قومیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں" ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق برصغیر میں ۱۳۲۳۵۰۸۷۰۶ مسلمان آباد ہیں۔ تعداد اور اختلاط کے لحاظ سے یہ مسلمانوں کا عظیم ترین گروہ ہے، یہاں مختلف نسلیں اور فرقے آباد ہیں، عرب، ایرانی، تورانی اور منگول، انڈو آرین اور دراوڑ نسلوں کے ساتھ مخلوط ہیں، سنی، شیعہ، وہابی، جدید معتزلی اور احمدی سب موجود ہیں۔ لیکن تمام اختلافات کے باوجود یہاں وہ ثقافتی ہم آہنگی موجود ہے جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہے فکری لحاظ سے سب کا نقطۂ نگاہ ایک ہی ہے (THE MOSLEM WORLD OF TODAY BY JOHN R. MOTT 1925 P

ہندو مسلم قومیت؟

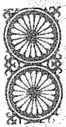
گلگرائسٹ صاحب لکھتے ہیں "قوم پرستی ہندوازم کے لیے ایک نیا خیال ہے۔ اسلام زبردست قومیت پرستی کا حامل ہے، ہندوؤں کی قومیت پرستی سے کوئی علاقہ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ہندو قومیت پرستی ابتدائی مراحل میں ہے اسے ان رکاوٹوں کو دور کرنا ہے جو اسلام میں نہیں ہیں اور اسلام کی سیاسی تکمیل تک پہنچنے کے لیے اسے ان دشواریوں کا ضرور مداوا کرنا چاہیے، اندریں حالات ہندو قومیت پرستی، ہندوستانی قومیت پرستی یا اسلامی قومیت پرستی سے بالکل جدا چیز ہے" (صفحہ ۱۲۸)

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

آئینِ نو



اے وطن ہو مبارک تجھے عہدِ نو!!
دُھل گئی تیرے چہرے کی دھول اے وطن!

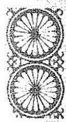


تیرے گلشن میں کلیاں مہکنے لگیں!
مسکرانے لگے ہر سُو پھول اے وطن!
تیرے مشرق سے سورج طلوع ہو گیا
اپنے تاریک ایام بھول اے وطن

دیکھ فرزند تیرا بنامِ خدا!
جامِ ساقی کوثر سے مخمور ہے،
ہاتھ میں قوتِ ذوالفقارِ علی رضؓ
نورِ ایماں سینے میں مستور ہے،
سر ہتھیلی پہ ہے اور کفن دوش پر
عرصۂ دہر میں آج منصور ہے



دیکھ فرزند تیرا جری، صف شکن
عظمتِ آدمیت بڑھانے لگا،
تیرے دہقان کے جھونپڑے کا دیا
اپنے خونِ جگر سے جلانے لگا
لے کے عدل و مساوات کا وہ علم
فرق بندہ و آقا مٹانے لگا



دیکھ فرزند تیرا، میرا رہنما!
ولولہ جس نے ملت کو تازہ دیا،
جس نے بھر دی ستاروں سے محنت کی مانگ
جس نے مزدور کا چاک داماں سیا،
وہ تری عظمت و برتری کا نشاں
جس نے تجھ کو، مجھے، سب کو آئین دیا



غیر مسلم بھی حضورؐ کو رحمۃ للعرب تسلیم کرتے تھے

آپ رحمۃ للعلمین تھے

ملا واحدی کے قلم سے

جہاں تک ملک عرب کا تعلق ہے تمام باخبر اور منصف مزاج غیر مسلم بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعرب تسلیم کرتے ہیں تیئیس سال کی قلیل مدت میں حضورؐ نے عرب میں جو مقدس اور مبارک انقلاب پیدا کیا تھا اسے جاننے کے بعد ایک شریف انسان اس انقلاب کے لانے والے کو رحمت کے سوا کیا کہہ سکتا ہے۔ کروڑوں دیوانوں کو فرزانہ اور جاہلوں کو عالم بنانا، کروڑوں ناشائستوں کو شائستگی اور بداخلاقوں کو اخلاق سکھانا رحمت نہیں تو کیا ہے لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مسلمان مانتے ہیں۔

جنہوں نے انقلاب عرب کی تاریخ پڑھی ہے اور جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عرب کے حق میں رحمت سمجھتے ہیں وہ کاش اتنا سوچتے کہ اپنے کو گندگیوں اور برائیوں سے پاک کر دینا بھی تو پڑوسی کے لیے رحمت ہوا کرتا ہے۔ پھر جس ذاتِ اقدس نے اپنے ملک کو گندگیوں اور برائیوں سے پاک کیا وہ اپنے چاروں طرف کے ملکوں کے لیے رحمت کیوں نہ تھا۔ جس چیز کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ملک کے واسطے پیش فرمایا اور جسے اس ملک کے لیے رحمت قرار دیا جاتا ہے اس کو تو چاروں طرف پہنچایا گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قومیت کو اپنے ملک میں محدود نہیں رکھا۔ یہ نہیں کہا کہ عرب سب سے غیریت برتیں۔ سب کو ذلیل سمجھیں، سب کے دشمن بن جائیں۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قومیت کی بنیاد وطن، رنگ، نسل اور زبان وغیرہ کی بجائے عقیدے اور آئیڈیولوجی پر قائم فرمائی۔ کبھی آدم کے بیٹے صدق دل سے آدم کی روح کو خوش کرنے کا ارادہ کریں گے۔ کبھی روز روز کی جنگوں سے تنگ آکر دنیا ایک دوسرے سے صلح پر آمادہ ہوگی۔ کبھی ملکوں کی حدبندیاں گھروں اور محلوں اور شہروں کی سی حدبندیاں رہ جائیں گی۔ جس طرح ایک گھر کا رہنے والا اپنے گھر والوں سے خصوصیت برت کر برابر کے گھر والوں کا بھی بھائی ہو سکتا ہے جس طرح ایک محلے کے لوگ اپنے محلے کے لوگوں کو اہمیت دے کر دوسرے محلے والوں کے بھی دوست بن سکتے ہیں۔ اور جس طرح ایک دہلوی دہلویت کا عاشق ہونے کے باوجود لکھنوی اور لاہوری کو اپنا عزیز کہہ سکتا ہے۔ اسی طرح ملکوں کے آپس کے سلوک کا دور آئے گا جو الحمد للہ اب آتا دکھائی دیتا ہے تو پھر اس اسلامی تحریک کی قدر ہوگی۔ کہ بنی آدم ایک قوم ہیں وہ کسی گھر، کسی محلہ، کسی شہر اور کسی ملک میں رہتے ہوں، اسلام فلاح انسانی کا چشمہ رواں ہے۔ اسلام نے پہلے عرب کو سیراب کیا اور پھر آگے بڑھتا چلا گیا۔

عرب کے کل قبیلے ایک دوسرے کے بَیری تھے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں شیر و شکر کر دیا۔ قبیلوں کا اتحاد ہی تو تھا جس نے قبیلوں کے مجموعہ میں وہ اوصاف رونما کیے۔ جس کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعرب مانا جاتا ہے۔ پھر بھی اتحاد اگر ملکوں ملکوں میں ہو جائے تو عالم انسانیت کے لیے کتنا مفید ہے لہٰذا ملکوں ملکوں میں اتحاد کرانے والے کے رحمۃ للعالمین ہونے میں کیسے کلام کیا جا سکتا ہے

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اکیلا میں ہی اللہ کا رسول اور پیغمبر نہیں ہوں۔ فلاں فلاں جن کے نام تم نے سنے ہیں اور جن کے نام دُور ہونے یا پرانے ہو جانے کے سبب تم تک نہیں پہنچے سب رسول اور پیغمبر تھے۔ دنیا کا کوئی قریہ اور گوشہ نبی سے محروم نہیں چھوڑا گیا۔ مسلمانوں کو اجازت نہیں ہے کہ دوسروں کے کسی بزرگ کو برا بھلا کہیں۔ مبادا وہ بزرگ نبی ہو۔ یہ تعلیم رحمۃ للعالمینؐ کے علاوہ بھی کسی کی ہو سکتی ہے کیا یہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رحمۃ للعالمینی کا بین ثبوت نہیں ہے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے امتیوں کے دل میں دوسروں کے پیشواؤں کی الفت کے جذبات بھر دیئے ہیں۔ کسی ملک سے کسی قوم سے، کسی قوم کے پیشواؤں سے، کسی قوم کے خود ساختہ معبودوں تک سے کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں تلاش کیجئے اور پھر دیکھیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں یا نہیں۔

بعض غیر مسلموں کا خیال ہے کہ اسلام جس قومیت کا مدعی ہے وہ حبِّ وطن کے منافی ہے خدا جانے دوسرے سے محبت کے یہ معنی کہاں سے لے لیے گئے ہیں کہ اپنوں سے محبت نہ کی جائے۔ اسلام دین الفطرت ہے۔ فطرت کے خلاف حکم نہیں دے سکتا۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ اپنے ملک سے کیا پہلے تو خاص اپنے گھر سے محبت کی جائے، گھر کے بعد اپنے ملک کا نمبر آتا ہے اور باقی دنیا اپنے ملک کے بعد ہے۔ اسلام نے تو حبِّ وطن کو جزوِ ایمان بنایا ہے۔ ہاں رحمۃ للعالمینؐ یہ نہیں چاہتے کہ وطن کی محبت اور وطن کی صنعت، تجارت اور دولت بڑھانے کے جوش میں عام انسانیت کو بھلا دیا جائے۔

اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ رحمۃ للعالمین کی بعثت کے وقت انسان کی بڑی ہی ذلیل حالت تھی انسان کا مجد و شرف ممکن ہے کبھی پہلے قائم رہا ہو لیکن اس وقت انسان دنیا بھر میں یا خدا تھا یا غلام۔ انسان کہیں نہیں تھا رحمۃ للعالمینؐ نے انا بشر مثلکم کا اعلان کر کے انسان کی خدائی کا خاتمہ کر دیا۔ اور غلام حبشی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر شخص سے آقا کہلوا کر غلامی کی جڑیں کھوکھلی کر ڈالیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بردہ فروشی کو جس طرح توڑ مروڑ کر رکھ دیا ہے اس میں شان رحمۃ للعالمین کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بات بات پر غلام آزاد کرانا، موقع موقع پر غلاموں کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید، غلاموں کو لشکروں کا سردار بنانا، غلاموں کو امراء و رؤسا اور خود اپنے کنبے کی بیٹیاں دلوانا، غلاموں کو نماز میں برابر کھڑا کرنا۔ ان باتوں میں کیا چیز پوشیدہ تھی۔ آیا بردہ فروشی کی حمایت یا بردہ فروشی کا عاقلانہ و مدبرانہ استیصال جو ذات پات کے تفاخر کو منع کرتا ہو جس نے کہہ دیا ہو کہ صرف ایمان اور عمل وہ چیزیں ہیں جن سے انسان عزت کا مستحق ہوتا ہے وہ غلامی کو کس طرح جائز سمجھے گا۔

رحمۃ للعالمینؐ کو معروف غلامی ہی سے بیر نہ تھا نہیں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری غلامی کا بھی قلع قمع کر دیا۔ جو ہر آزاد عورت کو مرد کی کرنی پڑتی تھی۔ صرف شوہر کی غلامی نہیں، باپ کی غلامی، بیٹے کی غلامی، خاندان کے تمام مردوں کی غلامی، ہر آزاد عورت کو عمر کے مختلف حصوں میں بھگتنی ہوتی تھی رحمۃ للعالمینؐ نے اس غلامی سے عورت کو نجات دلائی۔ اسی عورت کو جس کی بابت قریب قریب اس زمانے میں حکما، اور عقلاء کی ایک کانفرنس غور کرتے کرتے ازراہِ عنایت اس نتیجہ پہ پہنچی تھی کہ عورت میں بھی مرد کی سی روح ہے جو

عورت بھیڑوں اور بکریوں کی مثل ورثے میں تقسیم ہوا کرتی تھی اسے رحمۃ للعالمین نے مرد کے تحت پر لا بٹھایا۔ اور ھن لباسٌ لکم و انتم لباسٌ لھن فرما کر برابری کی انتہا کر دی۔

ایک اور غلامی کا انسداد کیا۔ اس غلامی سے آقا مرد بھی بچے ہوئے نہیں تھے۔ یہ خیال کی غلامی تھی۔ کوئی انسان اپنے دماغ کا مالک نہ تھا عربوں کے سردار، یہودیوں کے احبار، عیسائیوں کے پادری اور ہندؤں کے پنڈت سفید و سیاہ پر قابض تھے اور انسانوں کو کٹ پتلیوں کے مانند نچاتے تھے۔ افراد یا اشخاص کا خاندان یا قبیلہ سے الگ وجود نہ تھا۔ رحمۃ للعالمین پہلی ہستی ہیں جنہوں نے فرد کی اہمیت تسلیم کی۔ اس کی فردیت اور شخصیت کو اتنا ابھارا، چمکایا اور بڑھایا کہ اس پر مدنیت کی بنیاد یں رکھ دیں۔ اور قصر شائستگی کی ہر اینٹ کو اس کی جگہ مضبوط و مستحکم کر دیا۔ ہر فرد اور ہر شخص کو الگ الگ اس قابل بنا دیا کہ دوسرے افراد و اشخاص کے ساتھ مل کر کام کرے تاکہ صحیح اور سچا جلال جمہوریت نمودار ہو۔ رحمۃ للعالمین نے ہوا اور پانی کی طرح انسان کے لیے آزادی عام کر دی۔ رحمۃ للعالمین نے بادشاہوں کی خدائی اور راہبوں کے فریب دونوں کا پردہ چاک کر دیا اور موہوم قوتوں کے آگے جھکنے والوں کو پیغام دیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی اطاعت مت کرو۔ اللہ اور بندے کے درمیان نہ راجہ حائل ہے نہ پروہت، نہ چاند سورج حائل ہیں نہ پہاڑ اور سمندر۔

رحمۃ للعالمین نے سمجھایا کہ قیادت و سعادت کے لیے نسلی تفوق ہرگز ضروری نہیں ہے۔ جملہ انسان بہ اعتبار پیدائش یکساں ہیں جملہ انسان ایک مرد اور ایک عورت کی اولاد ہیں۔ معزز و مکرم وہ ہے جس میں ذاتی جوہر ہوں اور سب سے بڑا جوہر تقویٰ ہے۔

رحمۃ للعالمین ہی کے ذریعے یہ حکم ہمیں ملا ہے کہ معاملات باہمی مشورے سے طے کرنے چاہئیں واحد شخص کا حکم نہیں چلنا چاہیے۔ رحمۃ للعالمین نے پہلی مرتبہ دنیا کو جتایا کہ افراد کی ضروریات اور افراد کی نشو و نما معاشرے کے ذمہ ہے۔ ترقی یافتہ اور مرفہ الحال ساری قوم کو ہونا چاہیے چند افراد کو نہیں۔ چند افراد کا ذرائع پیداوار پر قبضہ جما لینا دوسروں کی محنت کے ماحصل سے دولت مند بن جانا اور دولت پر سانپ بن کر بیٹھنا نہایت سے حرکتیں عظیم ترین جرائم ہیں۔ ایسی دولت آتش جہنم میں تپائی جائے گی اور دولت جمع کرنے والوں کی پیشانیاں اور پیٹھیں اور پہلو اس سے داغے جائیں گے۔

اسلام ماضی ہی کا مذہب نہیں مستقبل کا بھی مذہب ہے۔ جس ڈگر پر حضور سرور کائنات نے دنیا کو چودہ سو برس قبل ڈالا تھا اس ڈگر پر آج خود بخود دنیا آ جاتی ہے۔ جو باتیں چودہ سو برس قبل نئی اور عجیب تھیں انہیں آج سمجھنا آسان ہے اور جوں جوں زمانہ گزرے گا انہیں اور زیادہ سمجھا جانے لگے گا۔ کاش ہم مسلمان نمونے کے مسلمان بن جائیں۔ ہماری بے راہروی نے اسلام کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔

درود پڑھیے اور سلام بھیجئے ان پر جو تئیس سال میں اتنا کام کر گئے کہ اتنا کام صدیوں میں ہونا ممکن نہیں تھا۔ اور ایسا کام کر گئے کہ ساری دنیا کا زاویۂ نگاہ بدل ڈالا۔

آج کے مسلمانوں کو مت دیکھئے۔ آج کی پوری دنیا کو قرآن کی کسوٹی پر کسیے اور قرآن سے قبل کی دنیا کا جائزہ لیجئے۔ دنیا اس بہاؤ میں بہتی نظر آئے گی۔ جسے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہایا تھا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے لیے علم و عمل کے نئے سرچشمے کھول گئے ہیں اور دنیا کو غور و خوض کی بالکل نئی شاہراہیں دکھا گئے ہیں۔ انسان اور انسانیت کی ترقی کی وہ کون سی چیز ہے جس کی ابتدا حضورؐ نے نہیں کی۔ غلامی کا سدِ باب سب سے پہلے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھوں ہوا۔ سرمایہ دارانہ نظام سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مٹا۔ نسلی اور جغرافیائی امتیازات کا سب سے پہلے آپؐ ہی نے خاتمہ کیا۔ اکتساب علم کی طرف سب سے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متوجہ فرمایا۔ دنیا کو ایک مرکز پر آنے کی سب سے پہلے آپؐ نے دعوت دی وغیرہ وغیرہ۔

جذبات کو تھوڑی دیر کی چھٹی دے دیجئے اور طالب علم کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا اور آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وہ مسلک عطا کر گئے ہیں جس کا خلاصہ باہمی مساوات، باہمی تعاون اور عالمگیر اخوت ہے اور جس نے دنیا اور آخرت میں سنگم پیدا کر دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وراثتی بادشاہت اور پاپائی قسم کی مذہبی پیشوائی کی جڑیں اس وقت کھود دیں جب ان باتوں سے کوئی واقف نہیں تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی تربیت کی ہوئی جماعت نے اپنی بجائے اللہ کی حکومت قائم کی تھی۔ بقول ایک یورپین مصنف کے لفظ "اسلام" میں تمام فرائض انسانیت سمیٹ دیے گئے تھے۔

بقیہ:- مسئلۂ قومیت

پروفیسر صاحب طویل بحثوں کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں: "جو کچھ میں نے کہا ہے وہ اس امر کی وضاحت کے لیے کافی ہے کہ ہندوستانی قومیت اور ذات کے تصورات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک اتحاد کا مظہر ہے تو دوسرا جدائی کا۔ تاریخ میں ذات اتحاد کا ایک عظیم ترین وسیلہ ہے لیکن اس کے ساتھ بدقسمتی سے اس قدر تقسیمیں منسلک ہیں کہ اس وقت کا کوئی امکان نہیں۔ جب برصغیر میں صرف ایک ذات ——— ہندوستانی ہو گی، ایک قوم کی تعمیر کے لیے ہندومت کو نہ صرف اپنی تقسیموں کے زخم مندمل کرنے ہیں بلکہ اسلام عیسائیت اور دیگر مذاہب کے ساتھ اتحاد بھی پیدا کرنا ہے" (ایضاً) یہ ایک بدیہی امر ہے کہ جب ہندو خود ہی ایک قوم نہیں ہیں تو ہندو مسلم قومیت ایک وہم ہے۔ مسلمان ہندو مسلم قومیت سے قطعی انکاری تھے نارمن نے لکھا ہے "قوم پرستی محض ہندوؤں کا خیال تھا"

THE UNITED STATE AND INDIA AND PAKISTAN BY W. NORMAN BROWN 1963 P. 127

کوشک نے ہندوازم کے احیاء اور اصلاح کی تحریکوں کا ذکر کر کے لکھا ہے: "ان امور نے مسلمانوں کو قومیت پرستی کی تحریک سے دور رہنے کے رجحانات کو تقویت پہنچائی" (صفحہ ۲۹۵) ٹیگور نے ایسے مباحث کو یوں سمیٹا ہے: "ہندوستان میں کبھی بھی قومیت پرستی کا صحیح جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ صفحہ ۱۴۳)

خلاصہ بحث

یہ کہ اگر ہم وطنیت کو معیار قومیت قرار دیں تو اس طرح مسلمان اور کفار و مشرکین سبھی ایک قوم قرار پاتے ہیں جو پاکستان کے اساسی نظریات کے خلاف اور اسلامی تعلیمات کے منافی اور بچے کھچے پاکستان کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے مترادف ہے لہذا پاکستانی قومیت کا نظریہ مردود ہے۔ راجپوت، پٹھان، بلوچی، بروہی، سندھی، دھوبی، کمہار، موچی وغیرہ، شعوب و قبائل اور پیشوں کی اساس پر قومیت کا تعین بھی غلط ہے۔ اس امید سے آرکیٹیل اور نیوزی لینڈ سے الاسکا تک کے مسلمانوں کی قومیت ایک ہی ——— مسلم قومیت ہے۔

ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ (حج ۷۸) وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (انعام ۱۶۳) وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یوم شہداءِ بالاکوٹ

لاہور۔ مرکزی مدنی جامع مسجد کمہار پورہ لاہور میں ۲۲ مئی جمعۃ المبارک کو یوم شہداءِ بالاکوٹ منایا جائے گا۔ نماز فجر کے بعد ختم قرآن مجید ہو گا اور شہداءِ بالاکوٹ کو ایصال ثواب کیا جائے گا ——— خطبہ جمعہ سے پہلے مولانا عبدالرشید صاحب انصاری (مہتمم ہفت روزہ خدام الدین لاہور) اور حافظ محمد اکرم صاحب شہداءِ بالاکوٹ کو خراج تحسین پیش کریں گے۔

قاری عبدالحی عابد خطیب مرکزی مدنی جامع مسجد کمہار پورہ لاہور

(ر 066)

بزرگانِ دارالعلوم دیوبند

میاں اصغر حسین صاحبؒ بلند مرتبہ ولی اللہ تھے

میرے والد صاحب علماءِ دیوبند سے بہت متاثر ہوئے

دیوبند میں زمانۂ طالب علمی کی چند یادیں

مولانا محمد منظور نعمانی

الحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق صلوات اللہ تعالیٰ علیھم وعلیٰ کل من تبعھم باحسان ہ

میرے عزیز بھائیو! میں اس وقت آپ کو اپنی طالب علمی کے سلسلے کے کچھ واقعات اور تجربات سنانا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ وہ آپ کے لیے کارآمد اور نفع مند ہوں گے۔ میری طالب علمی کی سرگزشت بعض پہلوؤں سے بڑی سبق آموز ہے۔

آپ میں سے کچھ بھائیوں کو معلوم بھی ہوگا کہ میرا اصل وطن اسی صوبۂ یو۔پی کے ضلع مرادآباد کا مشہور اور قدیم قصبہ سنبھل ہے۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیوی دولت و ثروت اور وجاہت بھی دی تھی۔ اسی کے ساتھ وہ اپنے خاص رنگ میں گہرے دیندار بلکہ بڑے ذاکر شاغل تھے۔ اور ایک زمانہ میں انہوں نے بہت سخت صوفیانہ ریاضتیں بھی کی تھیں۔ اسی لیے وہ "صوفی جی" کے نام ہی سے معروف تھے۔ بہت سے لوگ ان کا اصل نام جانتے بھی نہیں تھے۔ وہ عالم نہیں تھے۔ علماءِ حق سے ان کا تعلق بھی نہیں رہا تھا۔ بلکہ کچھ ایسے غلط صوفیوں کی صحبت سے متاثر ہوئے تھے جو غالباً تھے تو مخلص اور نیک نیت لیکن ان کے بعض عقیدے بڑے گمراہانہ تھے۔ میرے والد صاحب کا بھی اس دور میں یہی حال تھا۔ مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا وہ اپنی عملی زندگی میں بڑے دیندار شریعت کے نہایت پابند، ذاکر، شاغل اور شب بیدار تھے۔ دنیا کا کام بھی خوب کرتے تھے اور اس میں بھی بہت کامیاب تھے لیکن دین اور آخرت کی فکر دنیا کی فکر پر غالب تھی۔ اسی لیے وہ اپنی اولاد کو صرف دینی تعلیم دلانا چاہتے تھے اور پوری وسعت اور استطاعت کے باوجود اپنے کسی بچہ کو خالص دنیاوی تعلیم یعنی انگریزی تعلیم دلانے کے بالکل روادار نہیں تھے۔ اسی واسطے انہوں نے مجھے بھی ناظرہ قرآن شریف اور تھوڑی سی اردو تعلیم کے بعد فارسی اور پھر عربی پر لگا دیا۔ لیکن میں تو کچھ اس وجہ سے کہ میری عمر بہت کم تھی اور ابھی میں صرف و نحو سمجھنے اور پڑھنے کے لائق نہیں ہوا تھا۔

۳۸ھ کی بات ہے۔ جس کو اب کئی سال گزر چکے ہیں۔ اس وقت میری عمر پندرہ سال کی ہو چکی تھی۔ والد صاحب کو پتہ چلا کہ فلاں مدرسہ میں ایک نئے پنجابی استاد آئے ہیں اور وہ بہت توجہ سے پڑھاتے ہیں۔ والد صاحب نے مجھے ان کے پاس بھیجنے کا فیصلہ فرما لیا۔ میں ایک حکیم صاحب کا تعارفی خط لے کر ان کے پاس بھیج دیا گیا۔ یہ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی مرحوم تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں کب سے پڑھ رہا ہوں۔ میں نے بتایا کہ میں اتنے دنوں سے اس طرح پڑھ رہا ہوں۔ اب میں کچھ سمجھ دار ہو چکا تھا۔ انہوں نے مجھ سے باتیں کیں تو اندازہ کیا کہ میں غبی اور کند ذہن نہیں ہوں۔ اس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ میرا اتنا وقت صرف اس لیے برباد ہوا اور ہو رہا ہے کہ میں نے خود پڑھنے کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ صرف جبراً قہراً پڑھ رہا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے بتا دیا کہ واقعہ بالکل یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے اور ان کے درجے بلند فرمائے۔ انہوں نے بڑی شفقت اور بے تکلفی سے فرمایا کہ بھئی اب تم خود ہی اپنے بارے میں فیصلہ کرو۔ اگر اب بھی تمہارا ارادہ پڑھنے کا نہ ہو تو ہمیں صاف بتا دو۔ ہم خود تمہارے والد صاحب سے مل کر انہیں سمجھائیں گے کہ وہ تمہارا وقت برباد نہ کریں، کسی اور لائن میں لگائیں۔ اور اگر تمہارا ارادہ پڑھنے کا ہو تو ہم پھر تمہیں پڑھائیں گے اور انشاء اللہ تم بہت جلدی پڑھ لوگے۔ اس وقت اللہ نے میرے دل میں ڈالا اور میں نے ان سے کہا کہ اچھا۔ انشاء اللہ اب میں پڑھوں گا۔ انہوں نے مجھے اس طرح پڑھانا شروع کیا کہ میزان کے چند صفحات مقرر کر کے فرمایا کہ ان کو غور سے دیکھ لو۔ اور ان کا مضمون یاد کر لو جو بات سمجھ میں نہ آئے مجھ سے پوچھ لو۔ وہ میرے اسباق سے فارغ ہو کر میں تمہاری جانچ کر لوں گا۔ اس طرح انہوں نے ۸۔۱۰ دن میں میری میزان منشعب ختم کرا دی اور میں اب سمجھا کہ میزان منشعب میں کیا ہے۔ پھر اسی طرح مہینے دو مہینے میں پنج گنج اور نحو میر ختم کرا دی۔ میں درمیان سال میں ان کے پاس گیا تھا۔ اور شعبان تک انہوں نے علم الصیغہ اور ہدایۃ النحو تک پہنچا دیا۔ اب میں جی لگا کر اور اپنے ارادے سے پڑھنے لگا۔ لیکن اس کے بعد مولانا مفتی محمد نعیم صاحب سنبھل تشریف نہیں لائے اور مجھے پڑھنے کے لیے سنبھل سے باہر بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد چار سال میں میں نے تمام متوسطات پوری کر لیں۔ اس وقت ہمارے مدرسوں میں منطق و فلسفہ کا بہت زور تھا اس لیے میں نے سب سے زیادہ کتابیں منطق و فلسفہ کی پڑھیں۔ اور اب اس کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اللہ کے فضل و کرم سے میں اپنے ساتھیوں میں ممتاز رہتا تھا۔

یہاں تک میں نے جن اساتذہ سے پڑھا تھا وہ سب اسی دارالعلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ اور فیض یافتہ تھے۔ اس لیے میرا ذہن بالکل دیوبندی تھا اور آگے کی تعلیم میں دارالعلوم ہی میں حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

میں نے اپنے والد صاحب کے بارے میں ابھی بتایا تھا کہ اُن کے عقائد کچھ دوسری طرح کے تھے۔ ان کو ہمارے اکابر دیوبند سے بہت بُعد تھا۔ لیکن نہ معلوم کس طرح ان کے دل میں یہ بات اللہ نے بٹھا دی تھی کہ حدیث دیوبند والے ہی اچھی پڑھاتے ہیں۔ اس لیے جب میں نے ان سے یہ عرض کیا کہ میں اب حدیث شریف پڑھنے کے لیے دارالعلوم دیوبند جانا چاہتا ہوں تو انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔ جب یہ بات عام طور سے مشہور ہوئی کہ میں پڑھنے کے لیے دیوبند جاؤں گا تو والد صاحب کے گیارھویں شریف، بارھویں شریف اور عرسوں کی محفلوں والے یارانِ طریقت نے اُن سے کہا کہ صوفی جی! کیا غضب ہے۔ سنا ہے آپ کا لڑکا دیوبند پڑھنے جائے گا؟ تو وہ صرف یہ فرما دیتے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے ہی راستہ پر رہے گا۔ الغرض انہوں نے اپنی رائے نہیں بدلی۔ اور میں شوال ۴۵ھ میں دارالعلوم آ کر داخل ہو گیا میں صرف دو سال باقاعدہ طالب علم کی حیثیت سے رہا۔ پہلے سال مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ اخیرین وغیرہ چند کتابیں پڑھیں اور اگلے سال دورہ حضرت مدنی کا مکان۔ میں یہاں کے زمانۂ قیام کا

اس وقت کا صرف ایک واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں جس کا تعلق میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ یہ مکان جس میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام تھا اور اب حضرت رحؒ کے گھر کے لوگوں کا قیام ہے، ہمارے زمانۂ طالب علمی میں اس میں مطبع قاسمی اور کتب خانۂ قاسمی تھا۔ جن بے چارے طالب علموں کو مدرسہ میں حجرہ نہیں مل سکتا تھا۔ اُن کو اس کے ایک خستہ سے کمرے میں رہنے کی اجازت دے دی جاتی تھی۔ مَیں بھی انہی بے چارے کسمپرس طالب علموں میں سے ایک تھا دونوں سال میرا قیام اسی میں رہا۔ پہلے سال ربیع الاول کا مہینہ تھا اور خوب یاد ہے چودھویں تاریخ تھی اور اتفاق سے جمعہ کا دن تھا۔ عشاء کی جماعت کا وقت قریب تھا۔ مَیں اسی مطبع قاسمی میں بیٹھا وضو کر رہا تھا کہ اچانک والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ مطبع قاسمی کا پتہ پوچھتے ہوئے تشریف لے آئے پہلے سے کوئی اطلاع نہ تھی بلکہ وہم وگمان بھی نہ تھا لیکن میرا ذہن منتقل ہوا کہ یہ ربیع الاول کا مہینہ ہے ان ہی تاریخوں میں پیرانِ کلیر کا عرس ہوتا ہے۔ یہ وہاں عرس میں تشریف لائے ہوں گے، ان کی پیرانِ کلیر میں عرس میں حاضری کبھی قضا نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ دریافت کرنے پر یہی بتایا گیا کہ مَیں کلیر شریف عرس میں آیا ہوا تھا۔ خیال ہوا کہ دیوبند قریب ہی ہے اس لیے وہاں سے فارغ ہو کر آگیا ہوں میں نے عرض کیا کہ عشاء کی جماعت کا وقت ہو چکا ہے۔ وہ باوضو تھے ہم لوگوں کے ساتھ فوراً ہی مسجد میں تشریف لے آئے۔ اُس زمانہ میں حوض وہاں تھا جہاں اس وقت مسجد کے فرش کا آخری حصہ ہے اور چونکہ مسجد میں تنگی ہوتی تھی۔ اس لیے حوض کو لکڑی کے تختوں سے پاٹ دیا گیا تھا۔ اس پر بھی کبھی صفیں ہوتی تھیں۔ ہم لوگ ایسے وقت مسجد میں داخل ہوتے کہ نماز شروع ہو چکی تھی، ہمیں آخری صفوں میں حوض پر جگہ ملی۔ چودھویں رات کی چاندنی کھلی ہوئی تھی اور جمعہ کا دن ہونے کی وجہ سے عام طور سے تمام طلبہ صاف سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جب رکوع یا سجدہ کا وقت ہوتا تو ہم لوگوں کو جو حوض کے اوپر بلندی پہ کھڑے تھے ایسا معلوم ہوتا جیسے آسمان سے اترے ہوئے فرشتوں کی صفیں ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے بڑا ہی نورانی منظر تھا۔ مَیں والد صاحب کے بالکل برابر میں کھڑا تھا۔ مَیں نے محسوس کیا کہ والد صاحب پر اس منظر کا کچھ خاص اثر پڑ رہا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم لوگ اپنی قیام گاہ یعنی مطبع قاسمی میں آ گئے۔ والد صاحب کی باتوں سے میرے اس احساس کی تصدیق ہو گئی کہ وہ دارالعلوم کی نماز کے اس منظر سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔

صبح کو فجر کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کا اسی مسجد میں قرآن مجید کا درس ہوتا تھا۔ وہ اگرچہ دارالعلوم کے بڑے اساتذہ میں سے نہیں تھے۔ عمر بھی کم تھی۔ لیکن اپنی صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے ممتاز سمجھے جاتے تھے اور طلبہ میں مقبول سمجھے جاتے تھے اور طلبہ میں مقبول اور محبوب تھے۔ اس زمانہ میں ترجمۂ قرآن دارالعلوم کے نصاب میں داخل نہیں تھا۔ مولانا کا یہ درس گویا پرائیویٹ اور ان کے ذاتی ذوق شوق کا نتیجہ تھا، بڑی وسیع نظر تھی۔ اور خوب بولتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ درسِ قرآن کا حق ادا فرماتے تھے۔ طلبہ کی بہت بڑی تعداد پابندی سے شرکت کرتی تھی بڑا علمی نفع ہوتا تھا۔ مَیں نے موقع نکال کر مولانا کے کان میں اس دن عرض کر دیا کہ میرے والد صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں وہ عرس اور قوالی کے دلدادگان میں سے ہیں۔ ان کے عقائد وخیالات اس طرح کے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کے بارے میں انہیں سخت بدگمانیاں ہیں اور ناواقفی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان دیوبند والوں کو تصوف اور بزرگانِ دین سے کوئی تعلق نہیں، میرا مقصد یہ تھا کہ آج کے درس میں اس کا لحاظ فرما لیا جائے۔

حسنِ اتفاق سے اس دن سورۂ یوسف کا وہ مقام زیرِ درس تھا جہاں یہ ذکر آتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے (غلہ وغیرہ لانے کے لیے) جب اپنے صاحبزادوں کو مصر کے لیے رخصت کیا اور چھوٹے صاحبزادے حضرت یوسفؑ کے حقیقی بھائی بن یامین کو بھی ان کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی تو اس وقت یہ ہدایت بھی فرمائی کہ تم سب مصر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا ــــ

يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ (جس کا مقصد اکثر مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ دیکھنے والوں کی نظر نہ لگے۔ تو آخر میں یہ بھی فرمایا تھا۔ وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ۔

مولانا کاندھلوی نے ان آیات پر تقریر کرتے ہوئے توکل کی حقیقت اور توکل اور اسباب کے تعلق پر بھی خوب روشنی ڈالی اور اس دن عارف رومی کے اشعار بھی اس سلسلے میں سنائے۔ اس کے علاوہ بھی کئی مضامین تصوف ومعرفت ہی سے متعلق مولانا نے اُس دن کے درس میں ایسے بیان فرمائے جو والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی حسبِ حال تھے۔ اس درس سے بھی والد صاحب بہت متاثر ہوئے۔ رات کی نماز میں انہوں نے جو منظر دیکھا تھا، اور جو نورانی کیفیات اس مجمع میں انہوں نے محسوس کیں اور پھر صبح کے درس میں جو کچھ سنا اس سے ان کا ذہن ہمارے اکابر اور ہماری جماعت کے بارے میں بہت کچھ بدل گیا۔

بزرگوں کے مزارات

درس سے فارغ ہو کر جب ہم لوگ اٹھے تو والد صاحب نے فرمایا کہ مَیں یہاں کے بزرگوں کے مزارات پر جانا چاہتا ہوں۔ ہم لوگ ان کو قبرستان لے گئے۔ وہ پہلے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقب ہو کر بیٹھے اور دیر تک بیٹھے رہے۔ اس کے بعد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقب ہو کر بیٹھے اور بہت دیر تک بیٹھے اور ان کے چہرے کے رنگ سے ہم محسوس کرتے رہے کہ ان پر کوئی خاص اثر پڑ رہا ہے۔ وہاں سے واپسی پر فرمایا کہ "ان حضرات کا مقام بہت ہی بلند ہے"۔ اس کے بعد ہم لوگوں سے فرمایا کہ یہاں کے استادوں میں جو اللہ والے ہوں مجھے ان کے پاس لے چلو۔ ہم سب سے پہلے حضرت میاں صاحب کی زیارت وملاقات سے بھی والد صاحب بہت متاثر ہوئے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ ان حضرات کی زیارت سے بھی بہت متاثر ہوئے اور ان کے بارے میں فرمایا کہ ہر وقت ذکر میں مشغول اور صاحب نسبت ہیں۔

الغرض ہمارے اکابر اور ہماری جماعت کے بارہ میں ان کو جو بدگمانیاں ہمیشہ سے تھیں وہ غالباً اسی دن ختم ہو گئیں اور اس کے بعد تو ان پر اللہ تعالےٰ کا بہت ہی بڑا فضل ہوا۔ لیکن اس وقت میرا مقصد اپنی طالب علمی کے کچھ واقعات سنانا ہے اپنے والد صاحب کی سوانح عمری بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ مگر جب ان کا ذکر آگیا ہے تو ان کی ایک بات اور سنا دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ انشاء اللہ آپ بھائیوں کو اس سے بھی نفع ہو گا۔

غالباً ۷۵ھ میں والد صاحب کو حج نصیب ہوا۔ واپسی پر تنہائی میں مجھ سے فرمایا کہ میں تیرے لیے کوئی چیز نہیں لایا۔ مَیں نے ایک دعا تیرے واسطے کی ہے اور وہ یہ کہ تیرے پاس کبھی دولت نہ ہو اور تجھے کبھی تنگی اور تکلیف نہ ہو۔ اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ قبول ہو گی۔ اس بات کو ۲۵۔۲۶ سال ہو گئے ہیں آپ کے سامنے اس بات کا اظہار بہتر سمجھتا ہوں کہ اب تک اللہ تعالیٰ کا معاملہ میرے ساتھ بالکل یہی ہے میرے پاس دولت کبھی نہیں ہوئی اور الحمد للہ زندگی کی ان تکلیفوں سے مجھے کبھی واسطہ نہیں پڑا جو افلاس اور تنگی کی وجہ سے اللہ کے بندوں کو ہوتی ہیں۔ مالک کے فضل وکرم سے میری زندگی بڑی راحت اور عافیت کے ساتھ گزرتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر بالفرض میں ڈپٹی کلکٹر ہوتا اور میری تنخواہ ہزار یا اس سے بھی اوپر ہوتی تو زندگی کی وہ راحتیں مجھے نصیب نہ ہوتیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے نصیب ہیں۔

مراسلات

ربیع الاوّل کا مقدس مہینہ اور لاؤڈ سپیکر پر ریکارڈنگ

محترم المقام جناب ایڈیٹر صاحب!
ہفت روزہ خدام الدین لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! مزاج گرامی! گزارش ہے کہ ملک کو آئین مل جانے کی خوشی میں جو جشن منایا جا رہا ہے اور پھر عید میلاد النبیؐ کی تقریبات بھی اس میں شامل ہو گئی ہیں لہٰذا حکومت نے لاؤڈ سپیکر کے استعمال اور جلسے جلوسوں سے پابندی ہٹا دی ہے۔ اس پابندی کے ختم ہو جانے کی وجہ سے بعض ناگفتنی واقعات سامنے آ رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں ایک دفتر میں ۲۴ گھنٹے لاؤڈ سپیکر پر ریکارڈنگ کا پروگرام جاری رہا۔ اور قریب ہی ایک مکان میں بطور شکرانہ ایک رات میں قرآن شریف ختم کرنے (شبینہ) کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اور دور دراز تک دونوں آوازیں ٹکراتی رہیں۔

شہروں میں بعض منچلے دکانداروں نے سجاوٹ اور چراغاں کے علاوہ لاؤڈ سپیکر پر ریکارڈنگ کا بھی انتظام کر رکھا ہے اور قوالی کے ریکارڈوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش نہایت اظہار عقیدت سے منایا جا رہا ہے مگر قریبی مساجد میں نمازوں کے اوقات کا لحاظ نہ کرتے ہوئے بے حد خلل اندازی کا ارتکاب بھی ہوتا رہا ہے۔ خصوصاً نماز مغرب اور نماز عشاء میں تو بہت ہی بدمزگی رہی — انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس انداز عقیدت کو دیکھ کر اگر کوئی دل جلا دیوار پر یہ جملہ لکھ دے تو برادرانِ اسلام کو ناراض نہ ہونا چاہیے۔

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کا دعوےٰ — اور پھر مستقل نافرمانی — یہ محبت نہیں انکار ہے"۔

علاوہ ازیں اس مبارک مہینہ میں بیاہ شادیوں اور خوشی کی تقریبات کی بہار کا بھی جوش وخروش ہوتا ہے اور اس دور میں لاؤڈ سپیکر پر ریکارڈنگ بھی نقطۂ عروج پر ہوتی ہے گویا کئی کئی شب وروز فحش وبیہودہ اور عقیدۂ توحید کو مجروح کرنے والی بے ہنگم ریکارڈنگ کا شور وغل لوازمات نکاح تصور کیا جاتا ہے۔ بیمار پڑوسی طالب علم اور عبادت گزار درویشوں کے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچانا صحت مند تفریح سمجھا جاتا ہے۔ کوئی باشعور انسان یہ بات ہرگز پسند نہ کرے گا کہ اس کے اوقات کار میں اس کے دفتر کے سامنے لاؤڈ سپیکر لگا کر نعت خوانی یا قرآن خوانی شروع کر دی جائے۔ ہر شخص اپنی استطاعت اور اختیارات کے مطابق اس مداخلت کی پُرزور مدافعت کرے گا۔

اندریں حالات حکومت سے دردمندانہ درخواست ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر ریکارڈنگ مستقل طور پر بند کر دی جائے۔ بصورت دیگر بیمار پڑوسیوں طالب علموں اور دوسرے لوگوں کے بنیادی حقوق کی نگہداشت کا مناسب بندوبست کیا جائے مساجد کے قریب ترین دکانداروں کو ریڈیو ٹرانسسٹر بھی آہستہ بجانے کی ہدایات جاری کی جائیں۔ اور قانون کا احترام پامال کرنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جائے تاکہ اسلامی آئین کے نفاذ کا عملی مظاہرہ عوام کے سامنے آ جائے۔ — والسلام

خیر طلب: فقیر عبدالواحد بیگ مرحوم
محلہ سادات بیرون دہلی گیٹ ملتان شہر

عربی سکھائیے!

محترم جناب ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خدام الدین ایک ایسا دینی اور علمی رسالہ ہے کہ ہر پڑھے لکھے انسان کو اس کا مطالعہ ضرور کرتے رہنا چاہیے۔ الحمد للہ دین حق کی نشر واشاعت کا یہ رسالہ پورا پورا حق ادا کر رہا ہے اللہ تعالےٰ تا قیامت اسے جاری وساری رکھے آپ کی خدمت میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ خدام الدین میں ہمیں عربی سکھانے کا انتظام کیا جائے۔ یعنی جو حضرات صرف اردو ہی جانتے ہیں ان کے لیے خدام الدین میں ایسے اسباق جاری کیے جائیں کہ جن سے ہم عربی سیکھ جائیں۔

احقر: محمد سلیم، جہلم

بقیہ: شذرات

بہت سے عربوں کی جائیداد یہودیوں کے نام منتقل ہو چکی تھی اب اگر اسرائیلی حکمران اپنے توسیعی مقاصد کے لیے پھر یہ حربہ آزمائیں گے تو اقوام متحدہ کی قراردادوں کی کھلی خلاف ورزی کریں گے۔ وہ دراصل مقبوضہ علاقے کی حیثیت تبدیل کرنے کے درپے ہیں جس کا نہ انہیں حق ہے اور نہ اختیار! اگر اقوام متحدہ اس سازش کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرے گی تو ادائے فرض میں سنگین غفلت کی مرتکب ہوگی۔ مقبوضہ علاقے کے عرب باشندوں کا بھی یہ قومی فریضہ ہے کہ وہ اسرائیلیوں کی اس چال کو سمجھیں اور انہیں اپنی اراضی یا دوسری املاک کا چاہے کتنا ہی معاوضہ ملے اسے کسی صورت میں بھی فروخت نہ کریں۔

• مولانا مفتی محمود کو صدمہ

دینی اور سیاسی حلقوں میں یہ خبر صدمے اور افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ سرحد کے سابق وزیراعلیٰ اور جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود کا چھوٹا لڑکا فداء الرحمن سات ماہ کی عمر میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی صاحب کے لڑکے پر گزشتہ دنوں سخت نمونیہ کا حملہ ہوا تھا جس پر اسے ڈیرہ اسماعیل خاں کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو والدین کی شفاعت کا وسیلہ بنائے اور پسماندگان کو صبر و استقامت کے ساتھ ساتھ نعم البدل عطا فرمائے ادارہ خدام الدین حضرت مفتی صاحب اور ان کے دیگر اہل خاندان کے غم میں برابر کا شریک اور دعاگو ہے۔ (ادارہ)

بقیہ: مشین پر زکوٰۃ کا مسئلہ

بھی مال تجارت قرار دے کر اس پر بھی وجوب زکوٰۃ کا حکم لگانا پڑے گا۔ حالانکہ کتب فقہیہ میں تصریح موجود ہے کہ اہل علم کے ذخائر کتب علوم دینیہ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔



رپورٹ: قاضی محمد اشرف

طلبہ ملک و ملت کی کشتی کے ملاح ہیں (مولانا مفتی محمود)

ملتان میں جمعیۃ طلبہ اسلام نے مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ جس میں معززین شہر اور مقامی طلبہ کے علاوہ گرد و نواح کے طلبہ کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ اس قابل دید تقریب میں قائد اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمود نے جو بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ اس کے اہم اقتباسات نقل کیے جا رہے ہیں:۔

عزیز طلبہ!
پہلے آپ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ کسی قوم کے عروج و زوال کا دار و مدار اس کی نئی پود پر ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر نئی نسل کی پرورش اور تربیت اپنی روایات کے مطابق ہو رہی ہے تو وہ ذہنی کھچاؤ کی المناک روش پر چل پڑنے کی بجائے تحقیق و اکتشاف کے ساتھ ساتھ مادی ترقی میں بھی اپنا مقام پیدا کرے گی۔

مستقبل کے تابناک ستارو!
اس ملک کو بقعۂ نور بنانے کے لیے اسلام کی روشنی لے کر باطل قوتوں کی سیاہی کا گریبان چاک کر دو۔ اگر تم ابھی سے ایسے پاکیزہ ذہن لے کر ملکی مشینری میں داخل ہو گئے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان اسلام کے فیوض و برکات سے بہرہ اندوز نہ ہو سکے۔

نوجوانو!
تم محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں بھی عزیز تر ہو کیونکہ اسلامی انقلاب میں جو کردار نوجوانوں نے ادا کیا ہے کسی اور طبقہ نے نہیں کیا بلکہ پا بہ رکاب گروہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید مخالفت کی تھی۔
آؤ! مل جل کر ملک و ملت کی کشتی کو گرداب سے نکال کر سلامتی کے کنارے لگا دو۔ اس لیے کہ تم اس کشتی کے ملاح ہو۔ اگر ملاح ہی کشتی کو تباہی و بربادی کے بھنور میں پھنسا کر خوش ہوں تو پھر کون ہے جو بچائے:

میرے عزیزو!
جمعیۃ طلبہ اسلام کے ساتھ مل کر کام کرو۔ اور اپنے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہو جاؤ۔ آپ کی آج کی کوششیں رنگ لائیں گی اور یہاں اسلام کا علم سر بلند ہو گا۔
اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

جمعیۃ طلبہ اسلام کے کارکن طلبہ میں اسلامی شعور پیدا کرنے کے لیے میدان عمل میں نکل آئیں!

(مولانا شمس الدین)

ضلع مظفر گڑھ کے ایک اہم قصبہ چوک منڈا میں جمعیۃ طلبہ اسلام کا ہفت روزہ اجلاس ہو رہا تھا دفتر بیہ روڈ پر واقع ہے۔ دوران اجلاس اچانک ہی بلوچستان کے ڈپٹی اسپیکر مولانا شمس الدین تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ سابق وزیر اوقاف مولانا صالح محمد اور جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان کے ناظم عمومی بھی تھے۔ وہ کوئٹہ سے اسلام آباد جا رہے تھے۔ طلبہ نے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا جمعیۃ طلبہ اسلام کی مقامی شاخ کے جنرل سیکرٹری نے ان کا تعارف کرایا۔ طلبہ سے مولانا شمس الدین صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

نوجوان ساتھیو!
بلوچستان سے یہاں تک راستہ میں کئی لوگوں نے بڑی بڑی بلڈنگوں اور کوٹھیوں میں ٹھہرانے کے لیے دعوت دی۔ مجبور کیا لیکن ہم نے ان کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی۔ اور اب جب بر لب سڑک جمعیۃ طلبہ اسلام کا بورڈ لگا نظر آیا تو ہم نے فوراً کار روک لی اور بغیر ملے دل نے آگے چلنا برداشت نہ کیا۔ جبکہ نہ ہم تمہارے واقف ہیں اور نہ ہم آپ کے علاقہ اور ذات کے ہیں۔ آخر وہ کون ما تعلق ہے اور کون سی قدر مشترک ہے جس کی وجہ سے ہم آپ کے پاس پہنچ گئے وہ صرف اور صرف اسلام ہے اور ہمارا تمہارا نقطہ نظر ایک ہے۔
صوبہ بلوچستان کے ڈپٹی اسپیکر اور جمعیۃ طلبہ اسلام بلوچستان کے سابق صدر مولانا شمس الدین نے خطاب جاری رکھتے ہوئے کہا:۔
"کہ آپ قوم کی متاع حیات ہیں، آپ قوم کے کارواں کے سالار ہیں اور آپ ہی پر قوموں کا عروج و زوال منحصر ہے اس لیے آپ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ طلبہ برادری میں اسلامی شعور پیدا کرنے کے لیے میدان عمل میں نکل آئیں۔
آخر میں انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ نوجوانوں کی تنظیم "جمعیۃ طلبہ اسلام" کو اپنے نیک مقاصد میں کامیاب کرے۔ آمین!

ضروری اعلان

جمعیۃ طلبہ اسلام کی تمام شاخوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جماعت کے کام جو طالب علم بھی لاہور آئے گا یا جس کو بلایا جائے گا۔ صرف اسی کے قیام کا بندوبست مرکزی دفتر میں کیا جا سکے گا۔ بصورت دیگر ہم معذرت خواہ ہیں۔ علاوہ ازیں مرکزی دفتر ۹ بجے شب بند ہو جایا کرے گا۔
(قاضی محمد اشرف آفس سیکرٹری)

بقیہ: خطبۂ جمعہ

اسلامی قدروں کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے۔ اب تک پاکستان کو "سرزمین بے آئین" کا جو طعنہ دیا جاتا تھا وہ تو ختم ہو گیا لیکن جو آئین و دستور اپنے لیے ہم نے خود تجویز کیا ہے اب اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ بغیر کسی ضابطے اور قانون کے کوئی کام نہیں کیا جا سکتا۔ نہ کسی ملک میں استحکام پیدا ہو سکتا ہے نہ کوئی قوم ترقی کر سکتی ہے۔ آج اخلاقی انحطاط و بے راہ روی نے معاشرے میں جو قدم جما رکھے ہیں ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے اعلیٰ اصولوں اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ کی صدق دل سے پیروی کی جائے۔ اور اپنے ہر عمل کو اسلام کے تابع کر لیا جائے۔ ہماری زندگیاں اسلام کے مطابق ہو جائیں اور ہم صحیح معنوں میں پکے اور سچے مسلمان بن جائیں۔ جو گناہ کئے ہیں ان سے توبہ کریں اور خدا تعالیٰ سے معافی مانگیں جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں انہیں نہ لوٹائیں اور یہ عہد کر لیں کہ ہم پاکستان کو حقیقی معنوں میں ایک نیا پاکستان اور اسلامی فلاحی مملکت بنا کے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے احکام الٰہی اور اسوۂ پیغمبری کی توفیق ارزانی کیجئے اور خاتمہ ایمان پر فرماتے۔ آمین۔

چوہدری اسد اللہ خاں ایم اے لاہور

تہذیبِ نو کی کہانی

ایک پنسل کی زبانی

زمانے کی ہر چیز زمانے والوں کے ذہن کی عکاسی کرتی ہے۔ آثارِ قدیمہ کے ماہر موہنجوڈارو سے دریافت ہونے والی ہر شے سے ہزاروں سال قبل سندھ کی تہذیب کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ وادیٔ سندھ سے جس قدر پرانی اشیاء دریافت ہوتی ہیں۔ ان کی تحقیق و تدقیق سے یہی پتہ چلا ہے کہ اس دور کے لوگ خوشحال، باکمال، اہلِ ذوق اور پاکیزہ خیالات کے حامل تھے۔ اس تحقیق اور دریافت سے یقیناً ہر ذی شعور انسان کو خوشی محسوس ہوتی ہے۔

تغیرِ زمانہ کے پیشِ نظر ایک دن ہماری بستیاں اور آبادیاں بھی موہنجوڈارو بن جائیں گی۔ پھر ہمارے دور کی دریافت ہونے والی چیزیں متاخرین کو ہماری تہذیب سے روشناس کرائیں گی۔ ان اشیاء میں ہماری عمارات، لباس، ظروف، کتابیں، قلم، پنسل غرضیکہ ہر چیز ہو سکتی ہے۔ ان چیزوں کے مشاہدہ و مطالعہ سے مستقبل کے محقق آسانی سے ہماری تہذیب اور اخلاق کا پتہ لگا لیں گے اور اس کے مطابق وہ ہماری ستائش یا ملامت کریں گے۔ آیئے! ذرا اس ضمن میں ہم اپنی تہذیب کا جائزہ لیں۔

بلاشبہ ہمارا دور سائنسی دور ہے۔ کہانیوں اور سپنوں والا "چندا ماموں" عملی طور پر آج کے انسان کے زیرِ پا آ گیا ہے۔ بغور دیکھا جائے تو یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں۔ وہ اس لیے کہ قرآن پاک میں واضح طور پر ارشادِ ربانی ہے کہ زمین و آسمان اور کائنات کی ہر چیز انسان کے فائدے کے لیے ہے۔ دوسری قوموں کے دوش بدوش ہم نے بھی مادی ترقی خوب کی ہے۔ ہماری پوشاک، لباس، خوراک، اندازِ بود و باش، طرزِ گفتگو سب ہی مغربی انداز کی کورانہ تقلید کا پتہ دیتی ہیں۔ یہ مغربی اثر تحریر و تقریر کو پھلانگتا ہوا ساز و آواز میں بھی شامل ہو گیا ہے۔ محبت و عشق کے اظہار کے لیے لغو اور فحش گانوں اور نیم عریاں تصویروں کا رجحان بڑی سرعت سے بڑھ رہا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ یہ نسوانی عریانی ہماری نوجوان پود کے اعصاب پر سوار ہوتی جا رہی ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اس میں سارا معاشرہ ملوّث اور ذمہ دار ہے۔ سامانِ زیبائش، اخبارات، اشتہارات، عمارات، دکانوں، مکانوں غرضیکہ ہر ممکن جگہ پر عورت کی تصویر کو چسپاں کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یہ ذوق کہاں تک پہنچا ہے ملاحظہ ہو۔

چند روز قبل راقم الحروف کو ایک رنگریز کی دکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ مالک دکان ایک نوعمر لڑکا ہے۔ کپڑے رنگوانے کی غرض سے اکثر عورتوں کا وہاں جانا ہوتا ہے اس صاحبزادے نے رسید لکھنے کے لیے ایک خاص پنسل کا اہتمام کر رکھا ہے۔ یہ پنسل بھی کیا خوب ہے پہلی نظر میں تو اسے کوئی بھی پنسل تصور نہیں کر سکتا۔ یہ دراصل ایک برہنہ عورت کا مجسمہ ہے جس کی بمشکل ایک جانگیہ کے نشان سے ستر پوشی کی گئی ہے۔ باقی سب اعضائے نسوانی واضح اور دلکش ہیں۔ پاؤں کی جانب سے اس پیکر کو نہایت باریک کر کے اس میں سکہ گزار دیا گیا ہے۔ اس کے بازوؤں کو ایسے زاویوں پر رکھا گیا ہے کہ لکھتے وقت یہ ناچ کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ جب خواتین آتی ہیں تو یہ صاحب حساب طے کرنے کے بعد بڑی چابکدستی سے اس پنسل کو نکال لیتے ہیں۔ اور ان کے سامنے لکھنا شروع کر دیتے ہیں اور اس احتیاط سے کہ اس کا سامنے والا حصہ عورتوں کے سامنے ہو۔ یہ بے چاری خواتین مارے شرم کے سرخ ہو جاتی ہیں۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن والی کیفیت ہیں اسے کہہ بھی کیا سکتی ہیں۔ کیونکہ یہ تو اس کی اپنی دکان ہے اور اپنا ذوق۔ بظاہر یہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں بلکہ اس دور کے فنکاروں کی نظر میں یہ ایک آرٹ ہے۔ اور آرٹ کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی ضروری ہے۔ لیکن حقیقتاً یہ بہت بری بات ہے۔ یہ پنسل بزبانِ خود ایک بہت بڑا اعلان ہے کہ شرم و حیاء کے محافظ شرم و حیاء کے غاصب بنتے جا رہے ہیں۔ یہ اس بات کا واضح اعلان ہے کہ اس قسم کے فن کے مربی غیرت و شرافت کے پردہ کو چاک کر رہے ہیں۔ یہ پنسل اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اسلام کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے۔

یہ تو عہدِ جدید کے فن کی ادنیٰ سی مثال ہے خدا معلوم اس قسم کے کتنے فن پارے اور شہ پارے ہمارے نوجوانوں کے "ذوقِ سلیم" کو کتنا سکون پہنچا رہے ہیں۔ لیکن یہ پنسل زبانِ بے زبانی سے معاشرے کو ایک حقیقت سے آگاہ کر چکی ہے کہ اگر ملتِ اسلامیہ اسی راہ ذوق پر گامزن رہی تو عنقریب اس کے باقی ماندہ اخلاق و شرافت کی بھی دھجیاں اڑ جائیں گی۔ اگر سوئے اتفاق سے یہ پنسل زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہ گئی اور چند صدیوں بعد متاخرین کے ہاتھ لگ گئی تو پھر وہ لوگ ہماری تہذیب و اخلاق کے متعلق جو نتیجہ نکالیں گے وہ یقیناً یہی ہوگا "یہ پنسل ایک بداخلاق اور ننگِ انسانیت قوم کی یادگار ہے"۔

مجھے اُن کارخانہ داروں سے جو ایسے عریاں نسوانی مجسمے تیار کرتے ہیں اور ان خریداروں سے جو ان کو خریدتے ہیں یہ سوال پوچھنا ہے کہ ان کو تیار کرتے وقت وہ کس دنیا میں ہوتے ہیں۔ کیا انہیں یہ کبھی خیال نہیں آیا کہ یہ لغویات اسلام کے منافی ہیں۔ کیا اُن کے ضمیر نے انہیں کبھی نہیں بتایا کہ ان کا یہ ذوق انسانیت کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہے۔ کیا انہیں یہ کبھی احساس نہیں ہوا کہ ان کے اپنے گھروں میں بھی ان کی اپنی مائیں، بہنیں، بیویاں اور بیٹیاں بھی ہیں اور یہ ان کا فن پارہ ان سے بھی مماثلت رکھتا ہے۔

آخر میں میں اپیل کرتا ہوں کہ معاشرہ کے دانشور اور غیور لوگ میدانِ عمل میں آئیں اور اس ذوقِ بد کا تدارک فرمائیں۔ والدین بچوں کی صحیح نگہداشت کریں اور اربابِ حکومت ایسی لغویات کو ختم کرنے کے لیے تشدد فرمائیں۔ یہ چند سطور محض اس خیال کے پیشِ نظر تحریر کر دی گئی ہیں کہ

"شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات"

جمعیۃ علماء اسلام کوہاٹ کے زیر اہتمام

یک روزہ سیرت کانفرنس

۳۰ ربیع الاول ــــــ ۴ مئی ــــــ بروز جمعۃ المبارک

نماز جمعہ حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم پڑھائیں گے

مقررین حضرات

- مفکر اسلام قائد جمعیۃ حضرت مولانا **مفتی محمود** جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام پاکستان
- حضرت مولانا **صدر الشہید** رکن قومی اسمبلی • حضرت مولانا **نعمت اللہ** رکن قومی اسمبلی
- حضرت مولانا **عبدالباقی** ایم پی اے • مولانا **حبیب گل** ایم پی اے • مولانا **عبدالصمد** ایم پی اے
- مولانا **محمد یعقوب** ایم پی اے • جناب **حق نواز** ایم پی اے

اور دیگر حضرات

نوٹ

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سرحد کے تمام ارکان ۴ مئی بروز جمعہ صبح ۱۰ بجے کمپنی باغ کوہاٹ میں پہنچ جائیں

جناب اسلوب قریشی ، جاوید پراچہ اور عبدالمتین چوہدری خطاب کریں گے

مزید معلومات کے لئے حاجی محمد ابراہیم پراچہ فون نمبر ۶۱ کوہاٹ شہر

شعبہ نشر و اشاعت جمعیۃ علماء اسلام کوہاٹ